احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

مجمع میں ہر ایک پر سلام و جواب نہیں

عَنْ عَلِیٍّ رض قَالَہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَۃِ اِذَا مَرُّوْا اَنْ یُّسَلِّمَ اَحَدُھُمْ وَ یُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَۃِ اَنْ یَّرُدَّ اَحَدُھُمْ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جماعت کی طرف سے یہ کافی ہے جب گذر رہے ہوں کہ اُن میں سے ایک سلام کرلے اور جماعت کو کافی ہے کہ ان میں سے ایک جواب دے دے۔ اس کو احمدؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے۔

راوی

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، نوعمر مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اس وقت کی عمر میں ۱۵، ۱۶، ۸، ۱۰ سال کے اقوال ہیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یوم شہادت عثمانؓ پر خلیفہ مقرر ہوئے عبدالرحمٰن بن ملجم نے ۱۸ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی فجر میں خنجر مارا اور تین دن بعد شہید ہو گئے۔ عمر مبارک ۶۳، ۶۵ یا ۶۸ یا ۷۰ سال ہوئی ہے۔ دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ اور ایک بڑی مخلوق نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔

امام احمد کنیت ابو عبداللہ نام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ستتّر سال کی عمر میں وفات پائی۔ فقہ و حدیث کے امام زہد و عبادت جرح و تعدیل صحیح و ضعیف کی تمیز میں مشہور ہے۔ کبھی مجلس میں دنیا کا ذکر نہیں کیا۔ امام مجتہد صاحب مذہب امام شافعی کے شاگرد اور تمام محدثین کے استاد ہیں۔ دس لاکھ احادیث حفظ تھیں۔ حاکم وقت نے ایک دینی مسئلہ میں بہت کوڑے لگائے شلوار کا کمربند ٹوٹ گیا۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ لب ہلائے تو شلوار اوپر تھی۔ بعد وفات کسی نے خواب میں دیکھا حال پوچھا، بولے اللہ تعالےٰ نے فرمایا احمد تُو ہمارے دین کے بارہ میں پیٹا گیا ہے۔ عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا یہ میری ذات ہے دیکھو تمہارے لئے دیکھنے کی اجازت ہے۔

امام بیہقی کنیت ابوبکر نام احمد بن الحسین فقہ و حدیث و تصانیف میں اپنے زمانہ کے یکتا، صاحب مستدرک حاکم کے شاگرد ۳۸۴ھ میں ولادت اور ۴۵۸ھ میں وفات ہوئی۔ چوہتّر سال عمر پائی۔ نیشاپور کے قریب بیہق نام آبادی کے رہنے والے تھے۔

حل الفاظ

یجزئ کافی ہوتا ہے کسی دوسری بات کی حاجت نہیں۔ یعنی دوسروں کو ضرورت نہیں رہے گی۔

الجماعۃ انسانوں کا مجموعہ مگر پہلے لفظ سے بقرینہ اذا مرّوا گذرنے والی جماعت مراد ہے۔ اور دوسرے لفظ سے وہ جماعت مراد ہے جس پر یہ لوگ گذریں یعنی بیٹھے ہوئے لوگ۔ چنانچہ ابوداؤد کی حدیث میں یہ لفظ ہیں وَ یُجْزِئُ عَنِ الْجُلُوْسِ اَنْ یَّرُدَّ اَحَدُھُمْ تو بیٹھے ہوؤں کو یہ کافی ہے کہ اُن میں سے ایک جواب دے دے۔

تشریح

سلام کرنا سنت ہے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت علی الکفایہ ہے کہ مجمع میں سے ایک بھی کرلے گا۔ تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو گئی۔ کسی نے نہ کیا تو سب تارک سنت ہوئے اور سلام کا جواب دینا بالاتفاق واجب ہے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی واجب علی الکفایہ ہے ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب ترک واجب سے بچ گئے۔ ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔ اور چونکہ احکام کفایہ پر سب کا عمل کرنا افضل ہوتا۔ اس لئے سب کا سلام کر لینا یا سب کا جواب دے دینا افضل ہوگا۔ لیکن ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور ان پر جواب بھی واجب نہ ہوگا۔ جو کھا رہا ہو یا پی رہا ہو، جماع میں مشغول ہو، پاخانہ میں یا حمام میں ہو۔ یا کسی گناہ میں یا ستر کھلا ہو۔ خطبہ کے وقت، کسی کو بھی جو عبادت میں مشغول ہو اگر خالی گھر میں جائے تو یوں سلام کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ (بخاری ادب المفرد)۔ گھر میں گھر والوں کو سلام سنت ہے۔ اگر کسی کے متعلق گمان غالب ہے کہ وہ جواب نہ دے گا تو بھی سلام کرنا سنت اور ثواب ہے۔

فضیلت جہاد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا۔ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا حج مبرور۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یا رسولؐ اللہ!) لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ مسلمان جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

سرِ کفر توڑنا ہے مجھے اے خدا عطا کر
کسی غزنویؒ کے بازو کسی غزنویؒ کی باہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ
۲۱ نومبر ۱۹۶۹ء

جلد ۱۵
شمارہ ۲۸

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مدیر مسئول: مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ

مدیر اعلیٰ: مجاہد الحسینی

تالہ بندی، ہڑتالیں اور ماہِ مقدس

مغربی پاکستان کے گورنر جناب ائر مارشل نور خاں نے کراچی میں صنعتکاروں اور مزدوروں کے ایک نمائندہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ رمضان المبارک کے تقدس کو محفوظ رکھتے ہوئے اس ماہ کو مصالحت کا مہینہ تصوّر کریں اور پوری لگن، جذبے اور خلوص کے ساتھ نئی لیبر پالیسی کو کامیاب بنانے کا عزم کریں۔

رمضان المبارک کے تقدس اور اس کی برکت و فضیلت سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں ہے حتیٰ کہ غیر مسلم بھی اس ماہ مکرّم کا احترام کرتے ہیں۔ ایسی فضیلت و عظمت کے مہینہ میں اسلامی سلطنت پاکستان میں صنعتکار اور مزدوروں کی باہم چپقلش اور آویزش حیران کن ہے۔

اسلام نے تو ماہِ رمضان المبارک کو تمام انسانوں کے درمیان اخوت، مساوات، ہمدردی اور جذبۂ رحم کا مظہر ٹھہرایا ہے اور اسے انسانوں کے لئے اسلام کی اعلیٰ ترین مساوات کی روشن اور تابندہ مثال قرار دیا ہے۔ ایسے فضیلت و رحمت والے مہینہ میں چند انسانوں کی باہمدگر آویزش واقعی ناقابلِ فہم دکھائی دیتی ہے۔

جناب ائر مارشل نور خاں نے صنعتکار اور مزدوروں کے ایک نمائندہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ملک اور ملّت کے سب سے اہم مسئلہ کا بہترین حل پیش کیا ہے کہ صنعتکار اور مزدور ماہ رمضان المبارک کی تقدیس کا خیال رکھیں اور اسے مصالحت کا مہینہ سمجھیں۔

ہم پاکستان کے صنعتکار اور مزدور حضرات کی خدمت میں یہ گذارش کریں گے کہ وہ ائر مارشل نور خاں کی مبنی بر انصاف، معتدل اور معقول تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کریں کیونکہ

اوّلاً۔ ملکی حالات کی نزاکت کے علاوہ اسلامی تقاضا بھی یہی ہے کہ اسلام کی معاشی مساوات کے مقدّس مہینہ میں انسانوں کے درمیان کسی نوعیّت کی بھی آویزش اور تصادم نہیں ہونا چاہئے۔

ثانیاً یہ کہ جناب ائر مارشل نور خاں نئی لیبر پالیسی پر عمل کرانے کے لئے وہ حکومتی ذرائع بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن انہوں نے پہلے خود اس ماہِ مبارک کا احترام کیا ہے اور پھر اسی کی تقدیس کا واسطہ دے کر اپیل کی ہے کہ صنعتکار اور مزدوروں کو کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا چاہئے جو احترام رمضان کے منافی ہو۔

اس معقول اور لائق تحسین اپیل کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے صنعتکار اور مزدور حضرات کو چاہئے کہ وہ "تالہ بندیوں" اور "ہڑتالوں" کا ناموزوں سلسلہ فوراً ختم کرکے "احترام رمضان" کی ایک روشن مثال قائم کرتے۔ لیکن ہمیں انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کے صنعتکار اور مزدور حضرات نے حسن عمل کا ابھی تک کوئی مظاہرہ نہیں کیا ہے۔

جناب ائر مارشل نور خاں کی اپیل کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ وہ صنعتکاروں کو تالہ بندی اور مزدوروں کو ہڑتالوں کے حقوق سے دستبردار ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں بلکہ ان کی پُر خلوص کوشش کا مقصد یہ ہے کہ "آجر" اور "اجیر" دونوں طبقے اسلام کے معاشی مساوات اور انسانوں کے درمیان "مصالحت" کے مہینہ "رمضان المبارک" کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور اس ماہ مقدّس کے احترام میں اپنے مطالبات کو دوسرے وقت یا آئندہ ماہ کے لئے ملتوی کر دیں عیدالفطر کے بعد وہ جو چاہیں کریں حکومت کی "لیبر پالیسی" کی روشنی میں دونوں کے لئے راہیں کھلی ہیں۔

اور بحیثیت مسلمان بھی یہ پہلو سخت ناپسندیدہ ہے کہ اس ماہِ مقدّس میں غریب اور سرمایہ دار کا تفاوت باقی رہے اور اسی بناء پر دونوں کے درمیان ایک کشمکش رونما ہو جائے حالانکہ اسلام نے تو "روزہ" کی صورت میں امارت و غربت کے تمام امتیازات ختم کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ ایسے ماحول میں کشیدگی کی فضا اسلامی روح کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام نے جس چیز کو مٹانے کا حکم دیا ہے اگر ایک اسلامی مملکت کے مسلمان ہی اس امتیاز کو اجاگر کرنے کا عزم کر لیں تو پھر اس ملک اور ملّت کا خدا حافظ ؎

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

ہم مغربی پاکستان کے گورنر جناب ائر مارشل نور خاں کی معقول اور مبنی بر انصاف اپیل کی بھرپور تائید و حمائت کرتے ہوئے پاکستان کے

(باقی صفحہ ۶ پر)

رمضان المبارک کی برکات

از حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رحمت خداوندی کا نزول

محترم حضرات و معزز خواتین!

رمضان المبارک میں اللہ نے شیطان جکڑ دیئے ہیں اور رحمت کے دروازے کشادہ کر دیئے ہیں۔ اللہ نے رحمت کے فرشتے ان انسانوں کے نوکر چاکر بنا دیئے ہیں جو عبادت گزار ہیں، قرآن کی دعوت دینے والے ہیں، کوئی درود پڑھ رہا ہے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا رہے ہیں، کوئی عبادت کر رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا رہے ہیں۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ فرشتے ڈھونڈ ڈھونڈ کے ان مجالس کو دیکھتے ہیں جہاں ذاکر بیٹھے ہوں کوئی ایک پا لیتا ہے تو وہ دوسروں کو طلب کرتا ہے کہ آؤ جن کی تلاش میں ہم نکلے ہیں وہ یہاں بیٹھے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ کے دربار میں جاکر عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! یہ تیرے ذاکر بندے ہیں جو تجھ سے تیری رحمت کے طلب گار ہیں، پھر کچھ احباب ایسے بھی ہوتے ہیں جو ذاکرین کو ملنے کے لیے آ جاتے ہیں۔ جب انعام تقسیم ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان حضرات کو بھی انعام سے نوازا جائے۔ جو ذاکروں سے ملنے کے لیے آئے ہیں کیونکہ جن کا ہمارے نیک بندوں سے تعلق ہو گا وہ بھی محروم نہ رہیں گے ؎

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ایک دن آئے گا کہ نیکوں کے صدقے اللہ تعالےٰ بدوں کو بھی معاف فرما دیں گے سو نیکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، نیکوں کی سی شکل بنانا یہ بھی اجر سے خالی نہیں۔ اللہ والے کہتے ہیں نہ بھی رونا آئے اللہ کی کلام پر تو رونی صورت ہی بنا لینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی محبوب اور پسندیدہ ہے۔

مجلس ذکر کا وقفہ

رمضان شریف میں مجلس ذکر نہیں ہوتی کیونکہ ان دنوں تراویح کا زمانہ ہوتا ہے، دن بھر کی محنت و مشقت سے لوگ تھکے ماندے ہوتے ہیں۔ مہینے کے بعد پھر مجلس ذکر جاری ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چھٹی ہے، بلکہ زیادہ عبادت کا زمانہ آتا ہے، ہو سکے تو زیادہ سے زیادہ گھر میں اہل و عیال سے مل کر ذکر اللہ کیجئے، دوست احباب کے ساتھ مل بیٹھ کے ذکر کیجئے، نہیں تو تن تنہا کر لیجئے۔ باقی اوراد و اشغال کو بیشک دس گنا بڑھا دیجئے سو گنا بڑھا دیجئے کیونکہ ایک ایک فرض کا اجر ستر گنا ہو جاتا ہے اور نفلوں کا بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ اضعافاً مضاعفہ اجر عطا فرمائیں گے۔ سو کوئی پتہ نہیں آئندہ رمضان کے نصیب ہوتا ہے حضورؐ نے شعبان کو فرمایا یہ میرا مہینہ ہے اَلشَّعْبَانُ شَھْرِیْ وَالرَّمَضَانُ شَھْرُ اللّٰہِ۔ لیکن روزہ صرف پیٹ کا ہی نہیں آنکھ کا، کان کا، ناک کا بھی ہونا چاہیئے نہ غلط بات سنے، نہ غلط بات کہے نہ غلط چیز دیکھے، نہ غلط کام کے لیے قدم اٹھائے، زبان کا روزہ پاؤں کا روزہ دماغ کا روزہ، آنکھ کا روزہ" ہر چیز کو آسودگی نصیب ہونی چاہیئے۔

سجدہ اللہ کو بہت محبوب ہے

نماز ساری عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی درخت کھڑے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں۔ کچھ جانور ہیں جیسے کہ گھوڑا گدھا یہ جھک کر عبادت کر رہے ہیں، کچھ حشرات الارض زمین پہ لیٹے ہوئے ہیں۔ ہم آپ نماز سرو قد کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں تو ان درختوں کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ رکوع کرتے ہیں تو چوپایوں کی عبادت کی مانند ہو جاتے ہیں۔ گویا انسان کی عبادت کو سب کا مجموعہ بنا دیا۔ جیسے میں کہا کرتا ہوں کسی جانور کا ہم گوشت کھاتے ہیں کسی کا دودھ پیتے ہیں اسی طرح عبادت کا بھی حق ادا کرتے ہیں۔ حشرات الارض زمین پہ لیٹ کر چلنے والے ہیں۔ ان کی طرح ہم سجدہ کرتے ہیں لغوی کتابوں میں آتا ہے کہ سجدہ کے معنے ہیں کہ پیشانی کو زمین پر رکھ دینا یہ سب سے زیادہ ذلت کی علامت ہے کہ انسان کا غرور دماغ میں ہی ہوتا ہے تو وہ مغرور سر کو مٹی پہ رکھ دیتا ہے کہ یا اللہ! تیرے سامنے اس سے بھی ہم ہیچ ہیں۔ سو یہ تذلل و زاری جو ہے یہ اللہ کو بڑی محبوب و پسندیدہ ہے۔

بیس اور آٹھ تراویح

رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ سجدے بیس تراویح پڑھنے والے کرتے ہیں، آٹھ پڑھنے والے کم کرتے ہیں۔ اگر ایک بھی تراویح نہ پڑھیں تو باز پرس نہیں کیونکہ یہ نفلی عبادت ہے پڑھنے کو چالیس پڑھیں اور اچھا ہے بیس پڑھیں تو بھی اچھا ہے، کسی کو نہیں توفیق تو آٹھ ہی پڑھے۔ ملامت کس بات کی؟ اگلے دن میرے بعض بھائیوں نے کہا کہ سنت ان کے نزدیک آٹھ ہے بیس کو وہ بدعت سمجھتے ہیں۔ ہم نے کہا مسجد نبوی، مسجد حرام میں بیس ہو رہی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن پڑھیں، تیسرے چوتھے روز تشریف نہ لائے۔ صحابہ نے دریافت کیا۔ حضورؐ تراویح کے لیے تشریف نہیں لائے آپ نے فرمایا میں آجاتا تو فرض ہو جاتیں، اس لئے میں نہیں آیا لیکن نفلی عبادت تو بن گئی اب نفل عبادت جتنی کریں اتنا ہی ثواب ہے، تہجد کے لیے اٹھیں نفل نمازیں پڑھیں اسی حساب سے اجر مرتب ہو گا۔ مجھے کسی بھائی نے کہا کہ اہلِ حدیث حضرات کہتے ہیں یہ بیس بدعت ہیں اور آٹھ پڑھنا سنت ہے میں نے کہا اگر الٹ ہوا تو پھر؟ فرض کیجئے آٹھ ہی کو سنت مان لیا جائے اور بیس نہ سہی لیکن اگر الٹ ہوا تو بیس سنت بن گئیں تو پھر آٹھ والے کیا کریں گے؟ بیس میں تو آٹھ آ جاتی ہیں، آٹھ میں بیس آنے سے رہیں تو بیس آپ پڑھ لیں تاکہ اگر آٹھ ہوئیں تب بھی آپ بخشے گئے رائیگاں کچھ نہیں جاتا اور اگر آپ آٹھ پڑھتے ہیں تو بیس وہاں نکل آئیں تو کدھر جائیں گے تو وہ کہنے لگے بات تو معقول ہے۔ میں نے کہا حرمین میں بھی بیس ہو رہی ہیں اور اللہ ہدایت

(باقی ص ۶ پر)

خطبہ جمعہ ۳ر رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ ۱۴ر نومبر ۱۹۶۹ء

ہر صاحب ایمان پر

رمضان کے روزے فرض ہیں

از
مولانا عبیداللہ انور
مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ ط
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ
(سورہ بقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ چند روز گنتی کے ہیں۔

حاشیہ حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ

یہ حکم روزہ کے متعلق ہے جو ارکانِ اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں ہوا پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے۔ اس لئے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا اور یہ حکم حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو تعین ایام میں اختلاف ہو۔

مقصدِ روزہ

روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو اُن مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے۔ بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔ جاننا چاہیئے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوتے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا۔ تو لعلکم تتقون میں ان پر تعریض ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانوں تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود و نصاریٰ کے اس حکم میں خلل مت ڈالو۔

کتنے روزے رکھو

چند روز گنتی کے جو زیادہ نہیں روزہ رکھو اور اس سے رمضان کا مہینہ مراد ہے۔ جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔

حاصل

مندرجہ بالا آیت اور حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے حاشیہ سے حاصل یہ نکلتا ہے کہ جب سے دنیا قائم ہے تمام امتوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا جاتا رہا ہے اگرچہ ان کے ہاں روزہ کی شکل اوقات مختلف تھے لیکن اصل موجود تھی۔ چنانچہ اسی قاعدے اور دستور کے مطابق یہود و نصاریٰ کو بھی روزوں کی پابندی کا حکم دیا گیا لیکن وہ روزہ کی روح کو بھول گئے۔ محض رسمی طور پہ دیکھا دیکھی اور شریعت کے احکام میں کمی بیشی کرتے ہوئے اس فریضہ کو ادا کرنے لگے جس سے روزے کی روح فنا ہو گئی، ان کے نفس بجائے مغلوب ہونے کے سرکش ہو گئے اور وہ ہوا و ہوس کے بندے اور نفس کے غلام ہو کر رہ گئے۔ یہاں مسلمانوں کو اسی لئے تنبیہ کی گئی ہے کہ تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تمہارے نفس کی غلاظت اور گندگی دور ہو، تم خواہشات و لذات اور شہوات پہ غالب آ سکو، تمہارے دلوں میں ایمان و یقین اور اعمال میں خلوص و ایثار پیدا ہو

اس طرح تمہاری رگوں میں تقویٰ و پرہیزگاری کی روح دوڑنے لگے۔ گویا روزہ کی اصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے وجود میں تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کا چلتا پھرتا نمونہ نظر آئے۔

لطائفِ علمیہ

(۱) آیت مذکورہ میں صرف مسلمانوں اور ایمان والوں کو مخاطب کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب یہود و نصاریٰ اپنی بداعمالیوں کے سبب سے قابل التفات نہیں رہے اس لئے تمہیں ان کے موجودہ دین اور موجودہ مذہب کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

(۲) آیت میں کتب علیکم (تم پر فرض کئے گئے) کے الفاظ صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ اس حکم سے پہلے اس امت پر کسی روزے کی فرضیت نہیں ہوئی تھی۔ صرف سابقہ انبیاء علیہم السلام کے اتباع میں نفلی روزے رکھے جاتے تھے۔

مسلمان کے ہر عضو پر روزہ فرض ہے

مفسرین نے کتب علیکم الصیام کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مسلمان کے ہر عضو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ عربی میں روزہ کو صوم کہتے ہیں صوم کے لغوی معنی کسی کام سے رک جانے اور باز رہنے کے ہیں۔ چنانچہ روزہ رکھنے کے عمل کو بھی صیام اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انسان اللہ کے حکم کے مطابق اپنے آپ کو مقررہ وقت تک کھانے پینے اور جائز خواہشات تک کی تکمیل سے باز رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں صیام کا یہ مطلب بھی ہوا کہ انسان اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روکے رکھے۔

اب اس مطلب کے پیشِ نظر مسلمان کے ہر عضو پر روزہ فرض ہونے کے معنی یہ ہونگے کہ وہ اپنے تمام اعضاء کو اللہ کی نافرمانی سے بچائے، انہیں فقط اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حرکت میں لائے اور ہر حال میں اُسی کی فرمانبرداری ملحوظ رکھے۔ مثلاً

(۱) زبان کا روزہ یہ ہے کہ اسے بدکلامی، بدگوئی، چغلی، غیبت، جھوٹ اور فضول و لچر گفتگو یا گانوں سے بچایا جائے۔ (۲) کانوں کو خلافِ شریعت گفتگو اور کلام سے محفوظ رکھا جائے۔ (۳) آنکھوں کو ہر ناجائز نظارے سے بچایا جائے (۴) ہاتھوں سے کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو (۵) پاؤں سے کسی ایسی جگہ چل کر نہ جائے جہاں جانے سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو۔ (۶) اپنے وجود کو بُری مجلس اور بُری صحبت سے بچائے اور کسی ایسی مجلس میں شریک نہ ہو جس میں شریک ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو نیز کافروں، مشرکوں اور منافقوں کو دوست نہ رکھے (۷) پیٹ کو چوری اور رشوت کے مال اور حرام خوری سے محفوظ رکھے۔ (۸) جسم کو خلافِ شرع لباس اور پہناوے سے بچائے (۹) دل و دماغ کو

وساوس شیطانی، سفلی جذبات وخیالات اور اسی قسم کی دیگر برائیوں سے محفوظ رکھے جو دل و دماغ کی پیداوار ہو سکتی ہیں۔ (۱۰) سر اور پیشانی کو غیر اللہ کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی سے محفوظ رکھے

غرض

مختصر یہ ہے کہ اپنے جسم اور تمام اعضاء کو خلافِ شرع افعال سے روکے رکھے۔

روزے صرف رمضان کے فرض ہیں

قولہ تعالیٰ:۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدیٰ والفرقان ج فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ط

(پارہ ۲، سورہ بقرہ - آیت ۱۸۵)

ترجمہ:۔ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا سو تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو اس کے روزے ضرور رکھے۔

یہ آیت مبارکہ صاف طور پر پکار رہی ہے کہ اے مسلمانوں تم اپنے روزے رمضان کے مہینے میں رکھا کرو۔ یہ تمہارے لئے ایک مبارک مہینہ ہے کیونکہ وہ قرآن جس میں لوگوں کی رہنمائی کے قوانین، سیدھے سادھے احکام اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے اصول واضح کئے گئے ہیں وہ اسی ماہ مبارک میں نازل کیا گیا تھا پس اسی مہینے میں روزے رکھو اور اس طرح قرآن کی سالگرہ مناؤ۔

حدیث شریف کی شہادت

حدیث جبریل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واضح ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اسلام یہ ہے کہ تو اس امر کا اعتراف کرے اور شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور اور (پھر) تو نماز کو ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے اگر تجھ کو زادِ راہ میسر ہو۔

(۲)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) اس امر کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا

(بخاری ومسلم)

(۳)

ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا، "یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روزے فرض کئے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں۔ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اس کے علاوہ، چاہو تو نفلی روزے رکھ سکتے ہو۔"

(۴)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی بغیر کسی عذر یا بیماری کے رمضان میں ایک دن روزہ نہ رکھے وہ اگر تمام عمر روزے رکھتا رہے تو بھی اُس کے فضل و کمال کو نہیں پا سکتا۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

دے۔ بعض ہمارے بھائیوں کو جو بیس تراویح کو بدعت کہتے ہیں۔ اگر آپ اتنے ہی سنت کے پابند ہیں تو چوتھے روز نہ پڑھئے کیونکہ حضور نے نہیں پڑھیں اصل تو قرآن کی سنت ہے ہمارے ہاں آتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار فرمایا اہلِ حدیث بھائیوں کو یہاں آتے ہو تو بیس پڑھو تاکہ قرآن سن سکو کیونکہ سنت تو قرآن ہے۔ جبریلِ امین ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سناتے تھے جس برس آپ دنیا سے تشریف لے گئے اس سال دو دفعہ جبریل امین نے پورا قرآن حضور علیہ السلام کو سنایا اور آپ سے سنا۔ مقصد تو قرآن سننے سنانے سے ہے۔ بیس ہوں تب بھی ٹھیک ہے آٹھ ہوں تب بھی ٹھیک ہیں لیکن یہ عقلمند ہیں پڑھتے ہمارے پیچھے ہیں پڑھتے آٹھ ہیں یعنی چالاکی یہ لگاتے ہیں کہ تعداد آٹھ کی ہو جائے اور مونچھ بھی اونچی رہے کہ ہم سنت پر عمل کر رہے ہیں اور بیس والے سنت پر عمل نہیں کر رہے اور ادھر چھوٹ بھی گئے اندازہ لگایئے، بیس پڑھیں تو ظاہر ہے کہ پورا قرآن سننے کے لیے طویل قیام ہوگا لیکن یہ حضرات نہ پورا قرآن سن پاتے ہیں اور آٹھ پڑھ کر بھاگ نکلتے ہیں۔

ہر حال میں شکر واجب ہے رمضان میں اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ زیادہ عبادت کی توفیق دے۔ لیکن بغرضِ محال اگر سفر میں ہیں یا بیمار ہیں، روزہ نہ بھی رکھیں تو بعد میں قضا تو ہے لیکن اللہ کی طرف سے جو بھی ہے کلمۂ شکر ہی بجا لانا چاہیئے بیماری آجائے روزہ نہ رکھ سکیں تب بھی کہیں کہ یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے بیماری دی ہے، موت نہیں دی۔ بعد میں ہم اس کا دفعیہ کر لیں گے۔ لیکن بیماری بھی خدا کی رحمت سمجھیں اور تنگی ترشی بھی اللہ کی طرف سے آجائے تب بھی ہر حال میں اللہ کا شکر ہی شکر کرنا چاہیئے۔ تاکہ آپ غمی میں خدا کا شکر کریں گے تو آپ کو بیماری میں شکر کرنے کا اللہ تعالیٰ بہت انعام دیں گے اور پھر وہ آپ کی نجات کا سامان ہو جائے گا۔

دعا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فہم صحیح دیں، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہلِ اللہ کے ساتھ جو وابستگی دی ہے، اللہ تعالیٰ کسی شامت عمل کی وجہ سے اس سے نہ محروم رکھیں اپنے دروازے پر بلا کر سدا اپنا نام لینے کی توفیق دیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو رمضان المبارک کی برکات سے نوازیں، آمین!

بقیہ: اداریہ

صنعتکار اور مزدور حضرات کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ وہ ماہِ رمضان کے احترام میں تالہ بندی اور ہڑتالوں کا سلسلہ فوراً ختم کر دیں اور انہیں ماہِ رمضان اور اہل اسلام کی خوشیوں اور مسرّتوں کی عظیم تقریب "عیدالفطر" کو خوش اسلوبی کے ساتھ حقیقی خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ گذارنا چاہیئے اور اس ماہِ مبارک میں کوئی ناخوشگوار قدم اٹھا کر بدمزگی پیدا نہ کرنی چاہیئے۔

ہمیں پوری توقع ہے کہ پاکستان کے صنعتکار اور مزدور حضرات ائر مارشل نور خاں کی اپیل کو "صدا بصحرا" ثابت نہ ہونے دیں گے۔ اور احترام رمضان کی ایک تابندہ مثال قائم کریں گے ——— تاکہ اربابِ حکومت کو ضابطۂ اخلاق کے بعد ضابطۂ قانون کا سہارا لینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔

تصحیح

گذشتہ شمارہ ۷ر نومبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں صفحہ ۱۴ کالم ۳ کی سطر ۸ کا آخری کلمہ برکات ہے تبرکات نہیں ہے۔ (ادارہ)

پھر بہار آئی ہے

روزہ

روحانی و مادی فوائد

عظمت تفہیمی

مادی تصور! کیا ہمیں روزہ اس لئے رکھنا چاہئے کہ وہ صحتِ جسمانی کے لئے ایک بہترین نسخۂ شفا ہے۔ معدہ کی بیماریاں اس کی وجہ سے دور ہو جاتی ہیں۔ نزلہ اور امراضِ نزلی میں سے بیشتر کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ معدہ غذا نہ پاکر فضلات دماغیہ کو ہضم اور فنا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ دیگر بلغمی امراض جو جسم کے ہر حصے میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں اُن کا مداوا بھی بڑی حد تک اِسی میں ہے۔ اس لئے کہ روزے کی بھوک اور پیاس بلغم کو جسم کے ہر حصے سے چھانٹ کر جذب اور فنا کر دیتی ہے۔ جس سے تمام بدن پاک ہو جاتا، اور صحت و توانائی بحال کر لیتا ہے ـــــ کیا ہم اسی قسم کے طبی فوائد حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھیں۔

راہبانہ تصور! پھر کیا ہم اس لئے روزہ رکھیں کہ جب تک جسم کو بھوک پیاس کی تکلیف دے کر کمزور اور مضمحل نہ کر دیا جائے اس وقت تک روح قوی اور ہلکی پھلکی ہو کر عالمِ بالا کی طرف پرواز کے قابل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جسم اور روح دو اضداد کی حیثیت میں پیدا کئے گئے ہیں۔ جن کے تقاضے باہم مختلف ہیں۔ جن کے عواطف اور میلانات الگ الگ ہیں۔ جن کے راستے متضاد سمتوں میں جاتے ہیں۔ لہٰذا جب تک ایک کو تکلیف نہ دی جائے دوسرے کو مسرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایک کا راستہ نہ روکا جائے۔ دوسرے کا راستہ نہیں کھولا جا سکتا ـــ حتیٰ کہ جب تک ایک کو فنا نہ کر دیا جائے اس وقت تک دوسرے کو بقا کا مقام حاصل ہی نہیں ہو سکتا ـــــ کیا ہم روحانیت کے اس راہبانہ فلسفہ کے پیشِ نظر جسم کو کمزور اور روح کو قوی کرنے کے لئے روزہ رکھیں؟

عابدانہ تصور! پھر ہم روزہ کیوں رکھتے ہیں ــ؟ سنئے اور غور سے سنئے۔ اس لئے اور صرف اس لئے کہ ہم اور ہمارے علاوہ کائنات کی ہر چیز عبادت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور روزہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عبادت ہے۔

عبادت کے معنی غلامی اور اطاعت کے ہیں۔ اور ایک انسان اس وقت تک مقامِ عبدیت (غلامی) حاصل ہی نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنی زندگی کو مع اس کے تمام حرکت و سکون، خلوت و جلوت، دن اور رات، مسجد و بازار اور عدالت و دفتر کے اللہ کے حوالے نہ کر دے۔ یہی حوالگی اور سپردگی انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اور اسی کا اعلان آیت شریفہ: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ میں کیا گیا ہے۔

عبدیتِ کائنات و انسان! اب اس عبادت میں روزے کو فٹ کیجئے۔ ظاہر ہے کہ انسان جو ایک ارادہ رکھنے والی مخلوق ہے جس میں نسیان اور خطا کی کمزوریاں بھی موجود ہیں وہ اس چاند اور سورج کی طرح تو عبد یا بندۂ مجبور نہیں بن سکتا۔ جن کی حالت یہ ہے کہ جو راستہ، جتنی رفتار اور جتنی ٹھنڈک اور گرمی اُن کے لئے مقرر کر دی گئی ہے وہ قیامت تک اُسی پر قائم رہیں گے اور اپنے کسی بُرج اور اپنی کسی منزل میں بھی وہ حدودِ عبادت (اطاعت) سے تجاوز نہ کر سکیں گے۔

انسان کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ایک طرف اس کے خمیر میں آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل رکھ دی گئی ہے۔ اور دوسری طرف اُس سے اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے ـــ اس نازک صورتِ حال میں انسان کو صراطِ مستقیم (عبادت) پر قائم رکھنے اور اس کی کمزوریوں کے وقت اس کی مدد کرنے اور اسے سہارا دینے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک مؤثر نظامِ تربیت تجویز فرمایا ہے۔

نظامِ تربیت! چنانچہ یہ روزے مسلمانوں کے لئے ایک نظامِ تربیت ہیں۔ اور ان کا مقصد یہ ہے کہ غافل انسان، کمزور انسان اور بھول جانے والا انسان، وہ خطا کار انسان جو بازار کی الجھنوں میں اطاعتِ الٰہی سے ہٹ سکتا ہے، وہ بھول جانے والا انسان جو دوستوں کی آزاد محفلوں میں مقامِ اطاعت کو فراموش کر سکتا ہے

وہ ضعیف انسان جو گوشۂ تنہائی اور رات کی تاریکی میں لغزش کھا سکتا ہے، وہ چھوٹے حوصلے کا انسان جو دنیوی اقتدار پاکر بندگی کی حدود سے تجاوز کر سکتا ہے۔ وہ جس کو قدم قدم پر شیاطین اور اخوان الشیاطین اغوا کر سکتے ہیں۔ ایسے عظیم خطرات میں گھرا ہوا انسان اس تربیتی نصاب سے گذرے۔ اور اپنے تمام دشمنوں کے مقابلہ میں اپنی قوتِ ارادی اور تابِ مقاومت کو اتنا مستحکم بنائے کہ پھر وہ کسی گھاٹی میں بھی لقمۂ خطرات نہ بن سکے۔

امتثالِ امر! ایک مسلمان رمضان کے مہینے میں صرف روزہ ہی نہیں رکھتا بلکہ درحقیقت رات دن میں ہر وقت احکامِ الٰہیہ کے قبول کرنے کی تربیت حاصل کرتا ہے۔ دن میں کھانا چھوڑنے کا حکم دیا جاتا ہے تو ہم اسے بھی مانتے ہیں اور رات میں کھانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو ہم اسے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہمارے یہ دونوں متضاد عمل ہمارے لئے عبادت بن جاتے ہیں۔ اور اگر ہم میں سے کوئی شخص زیادہ شوق میں آکر رات کو بھی کچھ نہ کھائے اور بلا افطار و سحری کے مسلسل روزے رکھتا چلا جائے تو خواہ وہ ایسا کرنے میں کیسی ہی اچھی نیت کیوں نہ رکھتا ہو ہر حال میں اُس کا یہ عمل نافرمانی اور گناہ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ کو ہمیں بھوکا رکھنا پسند نہیں ہے۔ اور وہ بھوک اور کھانے کے متضاد احکام دے کر ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کو اتنا مستحکم کرنا چاہتے ہیں کہ کسی کے حکم کے بارے میں بھی ہمارے دل میں شک وشبہ اور پس و پیش باقی نہ رہے۔

فکر و عمل کا روزہ! روزہ بھوک اور پیاس ہی کی تربیت کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ مہینہ دراصل تقوےٰ کا ایک خاص موسم ہے۔ جس میں تمام احکامِ الٰہی کی سختی کے ساتھ پابندی کرائی جاتی ہے۔ اور یہ بات ہمیں صاف طریقہ پر بتا دی گئی ہے کہ جس شخص نے معدہ کا روزہ تو رکھ لیا لیکن اس کے ساتھ فکر کا روزہ، دل و دماغ کا روزہ، آنکھوں اور کانوں کا روزہ، زبان اور ہاتھ پاؤں کا روزہ نہ رکھا تو ایسا روزہ اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں قدر و منزلت کا مستحق نہیں ہے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (اوکما قال علیہ السلام)

ترجمہ: جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹے کام کرنے نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اُس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (حدیث)

رمضان شریف اور قرآن کریم

رمضان المبارک میں ہم کثرت کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ جن احکام پر عمل کرنے کی تربیت ہم اس مہینے کے شب و روز میں حاصل کرتے ہیں ان احکام کا علم بھی ہمیں قرآن کریم کے ذریعے ہوتا رہے۔ عمل احکام کے لئے علم احکام اشد ضروری ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ قرآن کے اس مہینے میں تلاوت کے ساتھ ساتھ اُس کے ترجمے اور احکام کے سننے سنانے کا بھی چرچا ہو۔

لیکن قرآن کی تلاوت ترجمہ پر موقوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن کی عبادت کو بلا ترجمہ پڑھ لینا بھی اپنی جگہ ایک اہم عبادت ہے اور اس پر بھی ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو قرآن عظیم کے سوا دنیا کی کسی دوسری مذہبی یا غیر مذہبی کتاب کو کبھی حاصل نہیں ہوئی۔

جو عقل پرست لوگ حفظ و تلاوت پر "طوطے کی رٹ" کی پھبتی جماتے ہیں وہ قرآن کی عظمت سے بے خبر ہیں اور بے خبری کے عالم میں ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں فہم نصیب کرے اور توبہ کی توفیق بخشے۔

روزہ مقصد نہیں ذریعہ ہے

فرائض و عبادات کے بارے میں مسلمان بالعموم مقصد اور ذریعہ کے فرق کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو فوائد اور اثرات اسلامی احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہونے چاہئیں اور جن کا وعدہ قرآن کریم میں جگہ جگہ کیا گیا ہے وہ مرتب نہیں ہوتے۔ اور جب ہم اپنی عبادتوں کو بظاہر بے نتیجہ پاتے ہیں تو یا خود عبادت ہی سے بددل ہو جاتے ہیں یا پھر اُن میں اپنی طرف سے گاتے بجاتے، قوالی، عرس اور گیارہویں بارھویں جیسے کسی دل پسند اور لذیذ اضافہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کی نازل شدہ عبادات میں نہ تو بے اثری ہی ہے اور نہ ہی وہ ہمارے کسی خود ساختہ اضافہ کی محتاج ہیں۔

عبادات کے بے اثر ہونے کی اصلی وجہ خود ہمارے اندر ہے عبادات کے اندر نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم نے مقصد اور ذریعہ کے فرق کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اصل مقصد ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے اور اس مقصد تک پہنچنے کے جو ذرائع تھے انہی کو ہم مقصد سمجھ کر بیٹھ گئے ہیں

مثال! اور اس غلطی کی مثال یہ ہے کہ۔۔۔

ایک شخص نے روزی کمانے کے لئے سنگر مشین خریدی۔ مشین نہایت خوبصورت اور سنہری نقش و نگار سے آراستہ تھی نقش و نگار میں محو ہو کر رہ گیا۔ آج اس نے مشین کے نقش و نگار کی حفاظت کے لئے ایک غلاف سلوایا۔ کل اُس کے رکھنے کے لئے ایک شوکیس بنوایا۔ پرسوں اُس کے سجانے کے لئے ایک الماری بنوائی اور اس کے بعد روزانہ اس کی صفائی کا اہتمام کیا۔ اور پھر تو اس کا دائمی مشغلہ ہی یہ بن گیا کہ صبح اٹھے۔ مشین کو جھاڑے پونچھے اور پھر اس کے آگے دو زانو ہو کر دعا مانگنے بیٹھ جائے کہ "اے مشین روزی دے، اے مشین روزی دے"۔

اب آپ ہی بتایئے کہ اس شخص کے لئے اس مشین کے صندوق سے اشرفیوں کی تھیلیاں کب برآمد ہوں گی۔۔۔؟

ذریعہ کو مقصد بنا لینے کی ہی غلطی ہے جس کا ارتکاب ہم روزہ، حج، نماز، زکوٰۃ، قرآن، حدیث اور دین کے ہر شعار کے بارے میں کر رہے ہیں اور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ پھر اگر ہم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ان اثرات سے محروم رہتے ہیں جن کا وعدہ بالکل سچا وعدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تو پھر انصاف کیجئے کہ نتائج سے محرومی کی ذمہ داری کس پر عاید ہوگی۔ ہماری غفلت پر یا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی ذات پر۔۔۔!

روزہ ایک ذریعہ ہے خود مقصد نہیں ہے اس کا جو مقصد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وہ تقویٰ اور زندگی کی پاکیزگی ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (قرآن کریم)

ترجمہ: یعنی اے ایمان والو تم پر بھی روزے اُسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم نیک بن جاؤ۔

مقصد روزہ! نیکی، تقویٰ اور خوف خدا کی زندگی حاصل کرنا وہ اصل مقصد ہے جس کے لئے پورے ایک ماہ کی تربیت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے کمزور اور بھول جانے والے بندے بارہ مہینے میں سے ایک مہینہ خصوصی تربیت میں گذاریں اور اپنی پوری زندگی کو ہر میدان، ہر راستے، ہر منزل، ہر خلوت، ہر جلوت، ہر حرکت، ہر سکون، ہر دن، ہر رات، ہر صبح، ہر شام، ہر منڈی، ہر بازار، ہر دفتر، ہر عدالت، ہر تھانہ اور ہر تحصیل میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنا دینا ہی وہ عبادت کاملہ اور وہ آخری مقصد ہے جس کے حصول کا ذریعہ کبھی روزے کو قرار دیا جاتا ہے اور کبھی نماز، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کو۔ اس لئے کہ یہ سب شرعی احکام اُسی ایک مقصد کے ذریعے ہیں اور ان کو ادا بھی حصول مقصد ہی کی نیت سے کرنا چاہئے۔

انشاء اللہ! اس مہینے میں ہم سب روزے رکھ کر اپنے فکر کو خلاف اسلام خیالات سے پاک کریں گے۔ اپنے دل کو خلاف اسلام ارادوں سے پاک کریں گے۔ اپنی آنکھوں کو خلاف اسلام نظاروں سے پاک کریں گے۔ اپنی زبان کو خلاف اسلام نہ بولنے کی قسم دیں گے۔ اپنے ہاتھوں کو خلاف اسلام عمل نہ کرنے کی قسم دیں گے۔ اپنے قدموں کو خلاف اسلام نہ چلنے کی قسم دیں گے۔ اپنے قلموں کو خلاف اسلام نہ لکھنے کی قسم دیں گے۔ اپنے دفتروں سے خلاف اسلام ریکارڈ نکال دینے کا ارادہ کریں گے۔ اپنی عدالتوں کو خلاف اسلام فیصلوں سے پاک کرنے کا عزم کریں گے اپنے قانون کی خلاف اسلام دفعات کو منسوخ کرانے کی قسم کھائیں گے۔ اپنے بازاروں اور منڈیوں کی رونق کو مساجد کی رونق کے ساتھ وابستہ کریں گے۔ اپنے منبروں کو فرقہ وارانہ تنازعات سے پاک کریں گے۔ اپنے اجتماعی دفاتر کو اسلامی اتحاد کا مرکز بنائیں گے اپنی تنظیموں کو باہمی منافرت سے پاک کر کے انہیں اسلامی اخوت کا ذریعہ بنائیں گے۔ دشمنان اسلام کے مقابلہ کی تیاری کریں گے۔ کفار ہند اور کفار مغرب کے خلاف جہاد کا علم بلند کریں گے اور شوکت اسلام کو اطراف عالم میں دوبارہ بحال کرنے کا منصوبہ بنائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو مضبوط فرمائے ہمارے دلوں کو مضبوط فرمائے۔ ہمارے ارادوں کو مضبوط فرمائے۔ ہمارے قدموں کو استقامت دے ہمارے رہنماؤں کو ہدایت دے۔ ہمارے پیشواؤں کو بصیرت دے۔ ہمارے بوڑھوں کو توانائی اور ہمارے کمزوروں کو طاقت دے۔ ہمارے جوانوں کو ہمت و شجاعت اور خالد و طارق کا شوق شہادت دے ہماری فوجوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی نیت اور میدان جہاد کی کامیابی دے۔ اور ہمارے مجاہدین کو جہاد فی سبیل اللہ کے ہر میدان میں میدان بدر کی سی فتح و نصرت عطا فرمائے

اے اللہ! رمضان المبارک کی برکت سے ہمارے دلوں کو دنیا کی محبت سے آزادی نصیب فرما۔

اے اللہ! رمضان المبارک کی برکت سے ہمارے پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنا۔

اے اللہ! رمضان المبارک کی برکت سے ہمارے دلوں میں اپنی ذات و صفات اور اپنے حبیب پاک کی محبت پیدا فرما۔ اے اللہ! رمضان المبارک کی برکت سے ہمارے عوام کو علماء کے ساتھ وابستہ فرما۔ اور ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے جاننے اور قبول کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔

بہ تقریب آمدِ رمضان المبارک

صادق محمد عباسی

مُبارک ہو مسلمانو! سکونِ قلب و جاں آیا
سوادِ قدس سے بخشش کا بحرِ بے کراں آیا

مۂ رمضان آیا، تحفۂ ہر دو جہاں آیا
حقیقت میں مسلمانوں کا وقتِ امتحاں آیا

فضیلت، استجابت، مغفرت، صبر و قناعت کی
ہزاروں برکتیں لے کر ہمارے درمیاں آیا

رضائے حق، عمل پیہم کی بھولی بسری یادوں کو
سرِ نو تازہ کرنے افتخارِ کاملاں آیا

صدائے تسبیح و تہلیل تکبیر و اذاں گونجی
فلاح و تقویٰ و عرفان کا سیلِ رواں آیا

نویدِ رحمتِ حق اور تمہیدِ مسلمانی!
حیات و عبدیت کے فلسفہ کا ترجماں آیا

مساجد میں بڑھی رونق، ملائک بر زمیں اُترے
منوّر قلب و روح کرنے پیامِ ضو فشاں آیا

ترنّم ریز ہے ہر اک زباں، ذکرِ الٰہی سے
ہر اک پہ بیخودی طاری ہے ایسا نغمہ خواں آیا

سُنا ابلیس نے جب غلغلۂ آمدِ رمضاں
تو روتا پیٹتا بے ہوش اپنے آشیاں آیا

بڑی ہے شان و عظمت روزہ داروں کے تقدّس کی
بڑی تفصیل سے شانِ تراویح کا بیاں آیا

اسی ماہِ مبارک میں ہُوا "قرآنِ حق" نازل
اسی میں شبِ قدر کا مژدۂ راحت رساں آیا

نہ گھبراؤ "مریضِ معصیت" وقتِ شفا آیا
مسیحائے زماں آیا، علاجِ عاصیاں آیا

کمر باندھو، اٹھو بیدار ہو جاؤ، مسلمانو
خدا کی رحمتوں کو لُوٹ لینے کا سماں آیا

خدایا! سُرخرو کر دے طفیلِ عظمتِ رمضاں
ترا بندہ ترے در پر بصد عجز و کناں آیا

بچا لے مسجدِ اقصیٰ کو دستِ غیر سے یا رب
صفِ اسلام پر یہ کیوں وبالِ ناگہاں آیا

خدا توفیق دے صادق تمہیں اعمالِ صالح کی
عمل کی آزمائش کا ترے وقتِ گراں آیا!

روزہ کی فضیلت

نذیر احمد قریشی، لاہور

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔

اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنّۃ (ابواب الرّحمۃ) و غلقت ابواب جھنّم ـ و سلسلت الشّیاطین ـ

ترجمہ: جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے) کہ رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

رمضان کی یہ فضیلت باعتبار مسلمانوں کے لئے ہے۔ کیونکہ کفّار کی تو رگ رگ میں "شعائر الہیہ" کی توہین و تحقیر سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے اور جب رمضان آتا ہے تو وہ اور زیادہ گمراہ اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب مسلمان روزہ رکھتے ہیں اور راتوں میں عبادت کرتے ہیں اور خدا کے کامل اور نیک بندے انوارِ الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن ہونے لگتے ہیں اور ان کی دعائیں اور ان کی ضیاء و روشنی کا عکس و پرتو کمتر درجہ کے لوگوں کو منوّر اور روشن کرتا ہے۔ ان میں سے ہر ہر شخص اپنی اپنی استعداد و قابلیّت کے لحاظ سے اپنا اپنا حصّہ حاصل کر لیتا ہے اور نجات و بخشش کے اعمال کے ذریعہ تقربِ الٰہی حاصل کر لیتا ہے اور مہلک اعمال سے احتراز کر لیتا ہے تو یہ بات بالکل سچّی ہو جاتی ہے کہ "جنّت کے دروازے کھول دئے گئے" اور جہنم کے دروازے بند کر دئے گئے۔ کیونکہ جنّت و دوزخ کی اصل حقیقت بھی یہی رحمت اور لعنت ہی تو ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل سچّی ہو گئی کہ "شیاطین جکڑ دئے گئے" اور فرشتے ان کے اندر پھیل گئے کیونکہ شیاطین تو انہی کے اندر اپنا اثر پیدا کرتے ہیں جن کا نفس شیاطین کا اثر قبول کرنے کی استعداد و قابلیت رکھتا ہے اور یہ استعداد و قابلیت بہیمیت کے غلبہ اور زیادتی ہی کی وجہ سے ہوتی ہے اور روزہ کی وجہ سے یہ بہیمیّت مغلوب اور مقہور ہو گئی۔ فرشتے اسی سے قریب ہوتے ہیں جن کے اندر فرشتوں کے قرب کی استعداد و صلاحیّت ہوا کرتی ہے اور یہ استعداد و صلاحیّت ملکیہ کے ظہور و غلبہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہو گئی۔ نیز رمضان میں اس رات کے ہونے کا بھی گمان ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے یہ کہا ہے:۔

فیھا یفرق کل امرٍ حکیم ـ

ترجمہ: اس قسم کے سارے انتظامات جو مبنی بر حکمت ہیں اسی رات میں تصفیہ پاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

مَنْ صام شھر رمضان ایماناً وّ احتساباً غفر لہٗ ما تقدّم من ذنبہ ـ

ترجمہ: جس نے ایمان کے ساتھ اور طالبِ اجر ہو کر ماہِ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

دوسری جگہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد مبارک ہے:۔

من قام لیلۃ القدر ایماناً وّ احتساباً غفر لہ ما تقدّم من ذنبہ ـ

ترجمہ: جس شخص نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ طالبِ اجر ہو کر نمازیں پڑھیں تو اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

روزہ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے ہے اور وہی اس کا بدلہ دے گا۔

اَلصَّامُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ـ

اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے

اکتبوا العمل کما ھو و توضوا جزاءہ الیّ ـ

ترجمہ: تم صرف اس بندے کا عمل لکھ لو اور اس عمل کی جزاء کا معاملہ میرے سپرد کر دو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:۔

فانّہٗ یدع شھوتہٗ وَ طعامہ من اجلی ـ

ترجمہ: اس بندے نے اپنی شہوت و خواہش اور کھانا پینا میرے لئے ترک کر رکھا ہے۔

ایک جگہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:۔

للصّائم فرحتان فرحۃ عند افطارہٖ و فرحۃ عند لقاء ربّہٖ

ترجمہ: روزہ دار کے لئے دو مسرّتیں ہیں۔ ایک روزے کے افطار کے وقت دوسری پروردگار کی ملاقات کے وقت۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے:۔

لخلوف فم الصّائم اطیب عند اللّٰہ من ریح المسک ـ

ترجمہ: روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشگوار اور محبوب ہے۔

اس میں یہ راز پوشیدہ ہے، کہ اطاعت و عبادت کا اثر اس لئے محبوب و پسندیدہ ہے کہ اصل اطاعت و عبادت محبوب و پسندیدہ ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

الصّیام جنّۃ ـ

روزہ ڈھال ہے۔ اس لئے کہ روزہ بندے کو شیطان اور نفس کے شر سے محفوظ کر لیتا ہے۔ شیطان اور نفس کے اثر سے انسان کو دور رکھتا ہے۔ اسی لئے روزہ کو ڈھال کہا گیا ہے کہ روزہ دار اپنی زبان کو بیہودہ بکواس، شہوانی افعال و کردار سے پاک و صاف رکھے۔ چنانچہ حضور

(باقی صـ پر)

بیت المقدس کا تاریخی جائزہ

— اقبال شاہین، ملتان —

بیت المقدس کے معنی ہیں پاک اور مقدس گھر۔ عیسائی اسے یروشلم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہی وہ مسجدِ اقصیٰ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں پارہ ۱۵ کی پہلی آیت مبارکہ میں ہے۔ اقصیٰ کے معنی "دور" کے ہیں۔ چونکہ یہ مسجد خانہ کعبہ سے بہت دُور تھی اور اس سے پرے کوئی دوسری مسجد نہ تھی۔ اس لئے اسے مسجدِ اقصیٰ کا نام دیا گیا۔

یہ شہر بہت سے انبیاء کرام کا مسکن رہا ہے اس لئے اسے "شہرِ انبیاء" بھی کہا جاتا ہے۔ اکثر انبیاءؑ کی جائے پیدائش اور جائے مدفن یہی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اسی شہر میں زیتون کے پہاڑ پر چشمِ بصیرت وا کی تھی اور وہ اسی پہاڑ پر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل مصر سے نکل کر اسی علاقہ میں آباد ہوئی۔ کلیم اللہؑ کے جانشین یوشع بن نون نے پہلی بار فلسطین کو فتح کیا اس طرح بنی اسرائیل فلسطین کے وارث ہوئے۔

حضرت موسیٰؑ سے تقریباً پانچ سو برس بعد حضرت داؤدؑ مسندِ سلطنت پر متمکن ہوئے انہوں نے خدا کی عبادت کرنے کے لئے ایک پختہ عبادت گاہ تعمیر کرنا چاہی مگر انہیں فرصت نہ ملی چنانچہ وہ اپنے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو وصیت کر گئے۔ انہوں نے اپنی تخت نشینی کے چار سال بعد جنات کی مدد سے مطلوبہ عبادت گاہ کی تعمیر مکمل کی جسے اہل کتاب نے ہیکل کا نام دیا۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا رجبعام سربراہِ سلطنت ہوا۔ اس کی غفلت اور نااہلی کی بناء پر شاہِ مصر سیساق نے بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور ہیکل میں جس قدر مال و زر موجود تھا لوٹ کھسوٹ کر لے گیا۔ چار صدیاں بیت جانے پر یوسیا نے ہیکل کی مرمت کی۔ لیکن بابل کے فرمانروا بخت نصر نے حملہ کر کے بیت المقدس میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اور تمام شہر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں بہت سی عورتوں اور مردوں کو اسیر بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

یوشع بن صدیق کی سرپرستی میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا کام شروع ہوا جس میں شاہِ ایران نے بھی حصہ لیا۔ حضرت عزیرؑ بھی ساز و سامان سمیت اپنے حواریوں کو لے کر پہنچ گئے۔ اور ہیکل کی تعمیر میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔

قبل از اسلام بیت المقدس پہلی امتوں کا قبلہ رہا ہے۔ کچھ عرصہ تک مسلمان بھی اس کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔ اس لئے اسے مسلمانوں کا قبلۂ اوّل بھی کہا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ کے بعد اسی کو فضیلت حاصل ہے۔ معراج کی رات پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام انبیاء کرام کی امامت اسی مسجد میں فرمائی تھی اور یہیں سے آپؐ نے آسمان کی طرف عروج فرمایا۔ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ادا کرنا باقی مساجد میں پانچسو نمازیں پڑھنے کے مساوی ہے۔

آغاز اسلام میں بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ ۶۳۷ء بمطابق ۱۶ھ میں خلیفہ دوم حضرت فاروقؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کی سرکردگی میں ایک لشکرِ جرّار بیت المقدس کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ طویل محاصرہ کے بعد شہر کا لاٹ پادری نمودار ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ ہماری کتابوں میں درج شدہ روایات کے مطابق اس شہر کو نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک صحابیؓ فتح کرے گا جس کا نام عمر اور لقب فاروق ہوگا چنانچہ اس کی اطلاع مدینہ منورہ میں خلیفۂ اسلام کو دی گئی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کو نائب السلطنت فرمایا اور خود عازمِ بیت المقدس ہوئے۔ آپ کے ہمراہ ایک غلام تھا اونٹ ایک ہونے کے باعث نصف منزل خود سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا۔ بقیہ نصف منزل خود پیدل چلتے اور غلام سواری کرتا۔ حتیٰ کہ جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو خلیفۂ اسلامؓ کے پیدل چلنے کی باری تھی۔ غلام کے بار بار اصرار کرنے کے باوجود آپ نے اونٹ کی نکیل تھامی اور آگے آگے چلنے لگے۔

شہر کا لاٹ پادری خلیفۂ اسلامؓ کے انتظار میں کھڑا نظارہ کر رہا تھا۔ جب اس نے عدل و انصاف اور مساوات کے اس پیکر پر نظر ڈالی تو عش عش کر اٹھا اور اعلان کر دیا کہ یہی فاتح بیت المقدس ہیں۔ چنانچہ شہر کی چابیاں حضرت عمر فاروقؓ کے حوالے کر دی گئیں۔ بیت المقدس کی فضا نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ امیر المومنینؓ نے ایک صلح نامہ کی رو سے تمام لوگوں کو امان دے دی اور شہر کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے مقامِ صخرہ پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ مقامِ صخرہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت سلیمانؑ عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد آپؓ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی، جو آج بھی مسجد الصخرہ کے نام سے مشہور ہے، چار سو سال بعد مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور نفاق سے عیسائیوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ ۵۸۱ھ میں صلاح الدین یوسف بن ایوب نے عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ اس طرح ایک بار پھر بیت المقدس مسلمانوں کی سلطنت کا ایک حصہ بن گیا۔ عیسائیوں نے مسجد اقصیٰ کو ایک گرجے میں تبدیل کر رکھا تھا۔ صلاح الدین نے اسے از سرِ نو تعمیر کرایا۔ اور نور الدین محمود بن زنگی کا بنوایا ہوا منبر مسجد میں رکھا۔ صلاح الدین کی وفات کے کچھ عرصہ بعد عیسائی بیت المقدس پر دوبارہ قابض ہو گئے لیکن ترکی کے شاہ سلیم اوّل نے انہیں شکست فاش دی۔ اس طرح بیت المقدس پر ایک دفعہ پھر صلیب کی

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

(النساء ۱۷۶)

ترجمہ: حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا اگر کوئی مرد مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کے ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا پھر اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد کچھ عورتیں تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے۔ بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

تشریح: شروع سورت میں آیت میراث میں کلالہ کی میراث کا ذکر گذر چکا ہے۔ اس کے بعد جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلالہ کے معنی کمزور اور ضعیف۔ یہاں وہ شخص مراد ہے جس کے وارثوں میں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا کیونکہ اصلی وارث والد اور ولد ہی ہیں جس کے یہ نہیں تو اس کے حقیقی بھائی بہن کو بیٹا بیٹی کا حکم ہے اور اگر حقیقی نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا ہے جو کہ باپ میں شریک ہوں۔ ایک بہن ہو تو آدھا اور دو بہنیں ہوں تو دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن دونوں ہیں تو مرد کو دوہرا حصہ اور عورت کو اکہرا ملے گا۔ اور اگر فقط بھائی ہوں بہن کوئی نہ ہو تو بہن کے مال کے وارث ہوں گے۔ یعنی ان کا کوئی حصہ معین نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہیں۔ جیسا کہ آیت میں آگے یہ سب صورتیں مذکور ہیں۔ اب باقی رہ گئے وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہیں جن کو اخیافی کہتے ہیں۔ سو ان کا حکم شروع سورت میں فرما دیا گیا۔ ان کا حصہ معین ہے — یعنی اگر کوئی مرد مر گیا اور اس نے ایک بہن چھوڑی نہ بیٹا چھوڑا نہ باپ تو اس کو میراث میں نصف مال ملے گا — (یعنی) اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی کوئی عورت لاولد مر گئی اور اس نے بھائی اعیانی یا علاتی چھوڑا تو وہ بہن کے مال کا وارث ہو گا کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر اس نے لڑکا چھوڑا تو بھائی کو کچھ نہیں ملے گا اور لڑکی چھوڑی تو لڑکی سے جو بچے گا وہ اس بھائی کو ملے گا۔ اور بھائی یا بہن اخیافی چھوڑے گی تو اس کے لیے چھٹا حصہ معین ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں ارشاد ہوا — اور اگر دو سے زیادہ بہنیں چھوڑے تو ان کو بھی دو تہائی دیا جائے گا۔ کچھ مرد اور کچھ عورتیں یعنی کچھ بھائی اور کچھ بہنیں چھوڑیں تو بھائی کا دوہرا اور بہن کا اکہرا حصہ ہے جیسا کہ اولاد کا حکم ہے۔

(حاشیہ۔ شیخ الہند و شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے نظامِ وراثت کے نمایاں پہلو یہ ہیں۔

۱۔ وراثت اولاد میں سے صرف ایک شخص کو نہیں ملتی۔

۲۔ وراثت میں اولاد کے علاوہ قریب اور دور کے کئی رشتہ دار، رشتہ کی اہمیت کے لحاظ سے شریک ہیں۔

۳۔ وراثت میں، صورتِ حال کے مطابق ہر شخص کا حصہ معین ہے۔

۴ — کسی وراثت کو جائیداد سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا حصۂ رسدی اسے ضرور ملے گا۔

۵۔ وراثت کی تقسیم میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں

۶ — وراثت میں عورتوں کو بھی حصہ ملتا ہے

۷۔ جائیداد کے مالک کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی اجتماعی ادارے یا کسی فرد یا افراد (جو وارث نہ ہوں) کے نام ترکہ دینے کی وصیت کر جائے لیکن وصیت کا یہ حق صرف ایک تہائی حصہ تک محدود ہے تاکہ کہیں سارا ترکہ فردِ واحد کے نام منتقل نہ ہو جائے اور یوں دولت کے ارتکاز کی صورت نہ پیدا ہو جائے وصیت کا یہ حق دولت کی گردش میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

۸۔ کسی وارث کی خاطر وصیت نہیں کی جا سکتی، وارث صرف حصۂ رسدی پانے کا حق دار ہے۔

۹۔ وراثت کی تقسیم سے پہلے متوفی کے قرض اور واجبات ادا کئے جانے چاہئیں۔

۱۰۔ وراثت کی تقسیم کے وقت ان رشتہ داروں کو بھی جن کا کوئی حصہ نہیں اور یتیموں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے۔

اسلام کا یہ نظامِ وراثت دولت کو چند ہاتھوں میں سمٹنے نہیں دیتا بلکہ دولت کی وسیع تر گردش کا ضامن ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: روزہ کی فضیلت

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس ارشاد میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

فلا یرفث۔ روزہ دار بکواس اور گالی گلوچ نہ کرے۔

فلا یصخب۔ روزہ دار شور و غوغا نہ کرے۔

اور بیہودہ بکواس کی ممانعت کی طرف آپ نے اپنے اس ارشاد میں بھی اشارہ فرمایا:۔

ان سابہ: اگر روزہ دار کو کوئی گالی گلوچ کرے۔

ان قاتلہ۔ اگر روزے دار سے کوئی مقاتلہ کرے۔

ان تمام امور کے جواب میں آپؐ نے روزہ دار کو یہ تلقین فرمائی کہ

فلیقل انی صائمٌ۔ روزے دار ان تمام باتوں کے جواب میں صرف یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

درسِ قرآن

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

(۴۱)

نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ
وَ بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ ط
فرمایا۔ وہ امیر کتنا اچھا لگتا ہے جو فقیر کے دروازے پر جائے، جس امیر نے فقیر کے دروازے کو پکڑا اُس نے خدا کے نام کو بلند کیا۔ اور جس فقیر نے امیر کے دروازے کو پکڑا، اُس نے خدا کے نام کو گرایا۔ وہ فقیر ننگ ہے ملّت کے لئے جو امیروں کے دروازوں پر جاکر اُن کی ٹو (TOE) چاٹتا ہے، اور وہ امیر عزت ہے دین کے لئے جو فقیروں کے دروازوں پر جاتا ہے۔ اللہ ہمیں ایسے فقیر عطا کرے، اللہ ہمیں ایسے امیر عطا کرے جو اس میں شرف سمجھے، یہ کیا شرف ہے؟

اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مبارک خلجی دہلی کا بادشاہ تھا اُن کے زمانے میں، اس نے پیغام بھیجا کہ صبح میرے دربار میں پیش ہو۔ خسروؒ موجود تھا —— نظام الدینؒ نے کہا اچھا صبح تو ہونے دیجئے۔ چنانچہ آپؒ رات کو اپنے برآمدے میں ٹہل رہے تھے —— اس کو بھی اقبالؒ نے نقل کیا ؎

اے روبہک چرا نہ نشستی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

او لومڑی کے بچے! اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا تو اچھی بات تھی۔ تُو نے شیر کے ساتھ پنجہ ملا دیا، میرے ساتھ تُو لڑنے کے لئے آگیا؟ اپنی سزا دیکھ لی؟ —— رات کو وہ بادشاہ قتل ہو گیا ——

مَیں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رباعی میں لکھا ہے (امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں لکھی ہے اُس میں آپؐ فرماتے ہیں) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ التحیّات میں جہاں یہ فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۞ یہ التحیّات میں جو آخری جملہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۞ —— یہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا قول ہے جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شبِ معراج فرشتوں کی مجلس میں فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا، سلام ہم سب پر ہو، وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ، اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو —— تو بوعلی قلندرؒ یہاں ایک نکتہ نکالتے ہیں۔ یہ صوفیوں کی تفسیریں الگ ہوتی ہیں، بڑی پیاری، کیونکہ صوفی حال سے کہتے ہیں، قال سے نہیں کہتے۔ بوعلی سیناؒ نے قال سے کہا اور ابو سعید ابوالخیرؒ نے حال سے کہا۔

ابو سعید ابوالخیرؒ کی خدمت میں پہنچے بوعلی سینا جو دنیا کے بہت بڑے طبیب گذرچکے ہیں جا کر بحث شروع کر دی ایک فقیر کے ساتھ۔ شاہ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہفت سلاطین میں سے ایک سلطان گذرے ہیں، ہمارے خاندان میں وہ آتے ہیں، اللہ ان کی برکات مجھے آپ کو نصیب فرمائیں، اُن کے ہاں بڑا مال بھی تھا دولت بھی تھی، سونے چاندی کے کلّے (کھونٹے) تھے گھوڑوں کے۔ بوعلی سینا گیا شکایت لے کر۔ کہنے لگا۔ مولوی صاحب! پیر صاحب! یہ کیا پاکھنڈ بنا رکھا ہے؟" فرمایا آپ نے "بوعلی ابن سینا! یہ کلّے اور یہ زنجیریں زمین میں ہیں، میرے دل میں نہیں ہیں۔ اور تجھے اپنے علم پر گھمنڈ نہ ہونا چاہئے، تُو جو قال سے کہتا ہے میں حال سے کہتا ہوں۔ آنچہ تو مے دانی من مے بینم —— تُو جو جانتا ہے، مَیں آنکھوں سے دیکھتا ہوں، تیرا علم سمعی ہے، میرا علم بصری ہے، دین کی باتوں کو یا فن کی باتوں کو، یا منطق کی باتوں کو یا فلسفے کی باتوں کو تو جانتا ہے، میرے پاس ایک علم ہے کہ آسمان سات ہیں، تیرے پاس علم ہے کہ زمین گول ہے اور مَیں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ زمین گول ہے، آنچہ تو مے دانی من مے بینم، تُو جو جانتا ہے مَیں دیکھتا ہوں، میرے ساتھ جھگڑا نہ کر۔ میرا علم ہے جس کا پارہ ہے جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات"۔

تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو فرمایا التحیّات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۞ سلام ہو ہم پر بھی اور اللہ کے صالحین بندوں پر بھی —— تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ کو الگ کر دیا اور ہم گنہگاروں کو اپنے ساتھ کر لیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا۔ ہم سب پر تیرا سلام ہو جو نیک بندے ہیں ان پر بھی سلام ہو۔ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم گنہگاروں کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

مَیں حدیث کی بات کر رہا تھا، جہاں پر فرمایا لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ اے اللہ! ہمیں اپنے غضب کے ساتھ ہلاک نہ کرنا۔ تو اس سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اپنی ذات مراد نہیں ہے۔ ساری اُمّت مراد ہے بلکہ سارے انسان مراد ہیں، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سب انسانوں کے لئے رحمتِ دو عالم ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب کے لئے دعائیں مانگیں کہ اللہ، اپنی مخلوقات کو اپنے عذاب کا شکار نہ کر۔

تو "رعد" پر بات چل رہی تھی کہ رعد جو ہے وہ تسبیح کہتی ہے تو تسبیح کیوں کہتی ہے رعد؟ اللہ کے عذاب کا جب مشاہدہ کر لیتی ہے تو وہ تسبیح کہتی ہے اور فرشتے بھی تسبیح کہتے ہیں۔ کیوں تسبیح کہتے ہیں؟ کہ اللہ ان دنیا والوں کو اپنے عذاب سے بچا لے۔

قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ (شوریٰ ۵) فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا کہتے ہیں وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ط اور اُن لوگوں کے لئے

بخشش مانگتے ہیں جو زمین میں گنہگار ہیں اور دوسری جگہ فرمایا۔ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۚ (المومن ۷) اور ایمان والوں کے لئے خدا سے معافیاں مانگتے ہیں۔

تو رعد اگر فرشتہ ہے تب بھی معافی مانگتا ہے۔ کس سے؟ رب العالمین سے۔ اور کیوں معافی مانگتا ہے؟ وہ دیکھتا ہے کہ بادل جو ہے یہ کائنات کو کبھی تباہ کر سکتا ہے، کائنات کو کبھی آباد کر سکتا ہے۔ اس لئے فرشتے اللہ تعالےٰ کے خوف سے لرزتے ہیں، فرشتے اللہ تعالےٰ کے خوف سے ہیبت میں آکر خداوند تعالیٰ کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کیا پڑھتے ہیں؟ "سبحان اللہ" تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اللہ مجھے آپ کو کثرت کے ساتھ تسبیح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تسبیح زیادہ کیا کیجئے۔ اس کے لئے یاد رکھیں میرے بزرگو! وضو کی بھی ضرورت نہیں ہے، وضو ہو تو ٹھیک ہے، لیکن اگر آپ بلا وضو ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں بھائی کیا حرج ہے؟ کچھ حرج ہے اس میں؟ سبحان اللہ پڑھنے میں کوئی تکلیف ہے؟ سبحان اللہ پڑھنے میں کوئی بوجھ ہے، الحمد للہ کہنے میں کوئی بوجھ ہے؟ اللہ اکبر کہتے میں کوئی بوجھ ہے؟ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے میں کوئی بوجھ ہے؟ انسان پر کوئی تکلیف نہیں آتی۔ لیکن وہ جو ہمارے ساتھ "ساتھی" ہے نا وہ کہتا ہے اور سارے کام کیجو مگر خدا کے قریب مت جائیو۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (المجادلہ ۱۹) فرمایا قرآن کریم نے اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ۔ ان پر شیطان نے پورا پنجہ ڈال لیا ہے۔ پھر کیا نتیجہ نکلا؟ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ، اُن سے خدا کا ذکر بھلا دیا، سب باتیں یاد ہیں، خدا یاد نہیں ہے۔ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ یہ شیطان کی جماعت ہے، أَلَا یاد رکھو، إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ اور شیطان کا ٹولہ ہمیشہ نقصان میں رہتا ہے۔ اللہ مجھے آپ کو اس گروہ سے بچائے۔ تو یہ رعد کی وجہ تسمیہ تھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ساتھ ساتھ ایک دو آئتیں ہو جائیں تو اچھا ہے۔

الٓمٓرٰ ۚ یہ بھی ہیں حروف مقطعات' جیسے کہ سورتِ بقرہ کے شروع میں، سورتِ آلِ عمران کے شروع میں، سورتِ یوسف کے شروع میں آ چکے ہیں۔ حروفِ مقطعات کے متعلق میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں کہ حروفِ مقطعات وہ حروف ہیں جن حرفوں کے معانی اللہ تعالےٰ ہی جانتے ہیں۔ ہمارا صحیح مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان حروف سے اپنی مراد کو صحیح سمجھتے ہیں اور جن سورتوں کے شروع میں ان کلمات کو لایا جاتا ہے۔ ہمارے ناقص علم کے مطابق اس میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سورت میں جو آنے والا مضمون ہے ہو سکتا ہے وہ بندوں کی سمجھ میں نہ آئے لیکن بندوں کو اُس مضمون پر اس طرح ایمان لانا چاہئے جس طرح ان حروف کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود ایمان لاتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں نا۔ الٓمٓرٰ اللہ تعالےٰ کی بات ہے؟ ہمارا ایمان ہے کہ الٓمٓ ۚ قرآن ہے، الٓرٰ قرآن ہے' طٰسٓمٓ ۝ قرآن ہے۔ کٓهٰيٰعٓصٓ قرآن ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ لیکن جس طرح ہم اس کو مانتے ہیں، آگے قصّہ آ رہا ہے، ایک واقعہ آ رہا ہے' ایک حقیقت آ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ہمارے ذہن میں نہ آئے۔ اس لئے فرمایا کہ میرے بندے! جس طرح ان کلمات کو تو میرا کلام سمجھتا ہے، معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود، اس طرح اس سورت میں جو حقائق آ رہے ہیں، ہو سکتا ہے تیرے ناقص ذہن میں نہ آئیں، ان کا انکار نہ کرنا، اُن کو بھی میری بات ماننا — چنانچہ سورتِ رعد میں آ رہا ہے کہ رعد تسبیح پڑھتی ہے، فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں' کائنات تسبیح پڑھتی ہے، تو ہو سکتا ہے تو کہیں شبہ کر دے، تیرے دل میں کوئی شک ڈال دے۔" رعد کہاں تسبیح پڑھتی ہے، یونہی ملّانے کہتے رہتے ہیں۔ عجیب حساب ہے، بات قرآن کی بیان کرو، نام ملّاں آ جاتا ہے، قرآن بیان کرو۔ "ملّاں یہ کہتا ہے۔" عجیب حساب ہے۔ اچھا جی، چلو اچھی بات ہے۔ ملّاں خوش ہے الحمد للہ کہ قرآن کے سلسلہ میں ملّاں کو رہنما سمجھا گیا۔ الحمد للہ! ملّاں اور کیا چاہتا ہے؟ قرآن کی بات میں ملّاں منسلک ہو جاتے، یہ تو قیامت کے دن پتہ چلے گا اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ۔ فرمایا قیامت کے دن قرآن تیرے حق میں گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔ اگر تو نے قرآن پر عمل کیا قرآن تیرے حق میں گواہی دے جائے گا، اگر تو نے قرآن کی مخالفت کی، قرآن تیرے خلاف گواہی دے جائے گا۔ اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمائیں گے۔ وَقَالَ الرَّسُولُ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن یہ شکایت کریں گے يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ (الفرقان ۳۰) اے میرے اللہ! میری اس قوم نے قرآن کو ردّی کاغذ سمجھ لیا تھا، یہ تو وہاں پتہ چلے گا — تو فرمایا۔ کہ الٓمٓرٰ کا ترجمہ اگر تجھے نہیں آتا، تجھے معنیٰ کا پتہ نہیں چلتا تو اس میں شک نہ کر، اس کو خدا کی بات مان۔ اسی طرح جو اس سورت میں حقائق آ رہے ہیں اگر تو نہیں سمجھ سکتا کہ رعد کی کڑک سے اللہ کی تسبیح پیدا ہوتی ہے، رعد خدا کی تسبیح کہتی ہے — وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ — (بنی اسرائیل ۴۴) ہر چیز خدا کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن اے انسانو! تم اس تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔ فرمایا تو اگر اس بات کو نہیں سمجھ سکتا تو انکار نہ کرنا، یہ کہہ دینا کہ واقعی اللہ کی بات ہے اور میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔

(باقی آئندہ)

بنات اسلام

قسط ۲

بلغاریہ کی ایک مسلمان خاتون

عزم و ایمان کی ایک تابندہ مثال

احمد رجب عبد المجید
صہیب حسن مدینہ یونیورسٹی

وہ بلغاریہ کی ایک مسلمان عورت تھی جس کی حسرت و یاس سے بھرپور زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب کہ کمیونسٹوں نے بلغاریہ اور ہمسایہ ملکوں کو اپنی ظالمانہ پیٹ میں لینا شروع کر دیا۔ ان ممالک میں بسنے والے مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے گئے جس کے تصوّر سے دل دہل جاتے ہیں۔ عقیدہ کی خاطر نہ جانے کتنی جانیں اشتراکی بھینٹ کی نذر ہو گئیں، کتنی عورتوں کا سہاگ لٹ گیا اور کتنے بچے معصوم یتیم ہو گئے۔ غرضکہ تاتاری دَور کی بربریت اور وحشیت ایک بار پھر جلوہ نما ہو گئی۔

اس کا بڑا بیٹا چھپ چھپا کر ترکی بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے اپنی دادی کے سامنے ذبح کر دئے گئے اور اس کی بہو کو شوہر کے متعلق کچھ نہ بتانے پر پیٹ پھاڑ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ صرف یہ بڑھیا جس کا نام "آیات" تھا اپنے چھوٹے بیٹے بایزید کے ساتھ زندہ رہنے کے لئے چھوڑ دی گئی جو کہ اشتراکیت کے دلفریب دام میں پھنس کر اپنے دین، اپنے عقیدہ اور یہاں تک کہ اپنے معصوم بھتیجوں اور ان کی فرشتہ صفت ماں سے بھی آنکھیں پھیر چکا تھا۔

دن گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں کے سامنے سے غفلت کے پردے اٹھتے گئے اور اشتراکیت اپنی پوری ظلمتوں اور تاریکیوں کے ساتھ اس کے سامنے آشکار ہوتی گئی۔ وہ اپنے کئے پر پچھتایا لیکن "اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ اس کا ذہن پراگندہ، اس کے خیالات منتشر، اور اس کی ہمتیں جواب دے چکی تھیں۔ فقر و فاقہ اس کے آستانہ پر ڈیرہ ڈال چکا تھا اور اس کے بچے "مزدوروں کی خیالی جنّت" میں محرومی و مایوسی کی زندہ تصویر بن چکے تھے۔

"آیات" پہلے ہی دن اپنی زندگی اپنے اشتراکی بیٹے کے بچّوں کی دینی تربیت کے لئے وقف کر چکی تھی، اس نے انہیں دین کی ابتدائی معلومات پڑھائیں اور اپنی حفظ کی ہوئی سورتیں یاد کرانا شروع کر دیں، کیونکہ اشتراکی طوفان نے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی وہاں نہ رہنے دیا تھا۔ دن گذرتے گئے اور آیات اپنے شباب اور صحت کی پرواہ کئے بغیر فرض کی ادائیگی میں مصروف رہی۔ ایک زمانہ بعد اس کی درخواست پر ترکی میں مقیم جلا وطن بیٹے سے ملاقات کے لئے اسے کافی پس و پیش کے بعد اجازت دے دی گئی۔ آیات نے انتہائی فرحت و مسرّت کے ساتھ ایک ماہ اپنے بڑے بیٹے اور پوتوں کے درمیان گذارا۔ بیٹے نے بہتیرا چاہا کہ وہ ظلم و جور سے دُور ترکی میں انہی کے پاس رہے لیکن وہ ان کے شدید اصرار کے باوجود وہاں رہنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اس کے ذمے ایک بہت بڑا فرض عائد ہوتا تھا، اس نے سرخ دیس میں مقیم اپنے پوتوں کو صحیح اسلامی تربیت دے کر سچّا مسلمان بنانا تھا —— اور آج ——

وہ اپنے فرض کی تکمیل کے لئے قرآن مجید کا ایک نسخہ واپس لئے جا رہی تھی۔ اسے اس بات کا قطعاً خوف نہ تھا کہ اس کے پاس قرآن کی موجودگی اسے تین سال کے لئے اسیر زنداں بنا سکتی ہے جتنا اسے اس بات کا تھا کہ وہ قرآن کے اس واحد نسخہ کو کھو کر اپنے پوتوں کی تعلیم و تربیت کا سہارا ہی نہ کھو دے۔ اور اسی خطرے کی بنا پر اس نے مجھ سے التجا کی کہ میں راستے میں مرکز تفتیش کے گذر جانے تک قرآن مجید اپنے پاس رکھوں۔ میں نے بڑی خوشی سے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے قرآن مجید طلب کیا۔ چند لمحے تردّد کے بعد وہ انتہائی چستی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مایوسیوں کی اتھاہ تاریکیوں میں اسے امید کی ایک کرن نظر آ گئی ہے۔ جلدی سے اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔ کھڑکیوں کے پردے گرا دئے اور پھر تیزی سے اپنا بیگ کھول کر کپڑوں کا ایک تھیلا نکالا اور پھر تھیلے میں سے ایک لفافہ اور اس میں سے ایک اور چھوٹا لفافہ نکالا جس میں سے مصحف شریف نکال کر اس نے مجھے دے دیا۔ اور میں نے اسے چومنے کے بعد اپنے بیگ میں رکھ لیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بڑی بے چینی کے ساتھ میری طرف لپکی اور میرا مونڈھا پکڑ کر کہنے لگی:۔

"وہ اسے تمہارے پاس سے ضرور ڈھونڈھ نکالیں گے اور تم مفت میں پھنس جاؤ گے"۔

میں یہ سن کر مسکرا دیا اور دلاسا دیتے ہوئے بولا:۔

"بہن! آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں ان کا ہم وطن نہیں ہوں"۔

یہ سن کر اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ گویا اس نے اپنے کندھوں سے ایک بہت بھاری بوجھ اتار دیا ہو یا اپنی گردن کو پھانسی کی رسّی سے آزاد کرا لیا ہو۔

وہ ہمیں بلغاریہ میں اشتراکیوں کے مظالم کی داستان سناتی رہی اور یہ کہ وہ کیسے اپنے پوتوں کو ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک گلی سے دوسری گلی لئے پھرتی رہی اور کس طرح اس نے اپنے بھائیوں کو، بچوں کے لئے دینی تعلیم دلانے کی اہمیت کا احساس دلایا اور اپنے اوپر تمام نتائج کی ذمہ داری لیتے ہوئے ان کے دلوں سے خوف کو ختم کیا، اور وہ کئی گھنٹے اس میٹھی بات چیت میں مگن رہی۔

جیسے ہم تماشہ گروں کی طرح کان لگائے
سنتے رہے۔ اس پہاڑ جیسی راسخ اور
قوی ایمان والی بڑھیا کے سامنے ہم
اپنے آپ کو بالکل ہیچ پا رہے تھے۔

بلغاریہ کی سرحد پر مرکز تفتیش
کے سپاہی کمرے میں آ گھسے۔ بڑھیا کی
باری آنے پر اس کے ایک ایک
کپڑے اور سامان کے ایک ایک
ذرے کی چھان بین کی گئی۔ سپاہی
اپنے کام سے فارغ ہو کر کانپتی ہوئی
بڑھیا سے تیز و تند لہجے میں گفتگو
کرتا ہوا چلا گیا۔

کمرے میں جب کچھ سکون ہوا تو
بڑھیا نے مجھ سے کہا۔ "جانتے ہو یہ
شخص کون تھا؟ —— یہ میرا بھانجا
تھا جس سے میں حد درجہ خائف تھی"۔
پھر اس نے مجھ سے پوچھا "آپ کو
کچھ اندازہ ہوا کہ یہ مجھ سے کیا
کہہ رہا تھا؟"

ہم نے کہا "ہو نہ ہو وہ ترکی
میں مقیم اپنے خالہ زاد بھائی بہنوں کی
کی خیریت دریافت کرتا رہا ہوگا"۔

یہ سن کر وہ رنج و الم کے
جذبات کے ساتھ ہنسے بغیر نہ رہ سکی
اس نے بتایا کہ وہ اسے دھمکی دے کر
گیا ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی
بھی دینی کتاب پائی گئی تو اسے سخت
مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

یا خدا! کیسے ہیں یہ لوگ جو تمام
اخلاقی اقدار سے بھی بے بہرہ ہو چکے
ہیں۔ جن کا کوئی دل یا ضمیر نہیں۔
بس مشین کے پرزوں کی طرح بےحس
ہو کر رہ گئے ہیں۔

"صوفیا" شہر قریب آتا دکھلائی دے
رہا تھا۔ آیات نے اپنی امانت طلب
کی تو میں نے اپنے بیگ میں سے
قرآن شریف نکالا۔ لیکن اس نے امانت
وصول کرنے سے قبل پہلے کی طرح
سختی سے دروازہ بند کیا، کھڑکیوں کے
پردے گرا دئے۔ تیزی کے ساتھ میرے
ہاتھ سے قرآن شریف پکڑا اور اسے
حسب سابق اپنے بیگ میں رکھ کر
تالا لگا دیا۔ اور پھر اس نے انتہائی
عاجزی و انکساری کے ساتھ شکریہ کے
لئے اپنے ہاتھ اٹھا دئے جس کا میں
مستحق نہ تھا۔

گاڑی پلیٹ فارم پر جا لگی اور
وہ انتہائی تشکر آمیز نگاہوں کے ساتھ
ہم سے رخصت ہو کر لوگوں کے اژدہام
میں غائب ہو گئی جو ہمیں جامد و ساکت
نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں بڑی
دیر تک اپنی آنکھوں سے اس کا
پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ وہ بالکل
اوجھل ہو گئی۔ کافی ضبط کرنے کے
باوجود میری آنکھوں سے آنسوؤں کے
چند قطرے گر پڑے۔ میں لاشعوری طور
پر کہہ رہا تھا۔

"میری بہن! اللہ تیرا حافظ و نگہبان
ہو۔ اپنے بچوں اور بھتیجوں کے مستقبل
کی خاطر اور اپنے دین و عقیدے کی
خاطر جہاد میں۔ یا الٰہی! ان مومن دلوں
کو اپنے بے پناہ نور اور یقین کی دولت
سے مالا مال کر دے اور ان کے سینوں
کو اپنے بے بہا ایمان اور توکل کے
خزینوں سے آباد کر دے۔ اِنَّكَ نِعْمَ الْمَوْلٰى
وَنِعْمَ النَّصِيْر ۔

بقیہ: بیت المقدس کا تاریخی جائزہ

بجائے ہلالی پھریرا لہرانے لگا۔

۱۹۴۸ء میں عیسائیوں اور یہودیوں
کے گٹھ جوڑ سے یہودیوں کی کثیر تعداد
غیر ممالک سے بلا کر فلسطین میں آباد
کی گئی۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے
کہ ۱۹۳۴ء میں اسرائیلیوں کی تعداد صرف
۴۲۴۵۹ تھی۔ جب کہ ایک سال بعد
۱۹۳۵ء میں ان کی آبادی ستر ہزار کے
لگ بھگ تھی۔ آج اسرائیل میں ستائیس
لاکھ یہودی آباد ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں انہی
عیسائیوں نے ایک اور سازش کی۔ چنانچہ
فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا
گیا۔ ایک حصے پر اردن کا قبضہ رہا
اور دوسرا حصہ اسرائیل کے حوالے کر دیا
گیا۔ درمیان میں "گریہ" نامی ایک دیوار
فصیل کا کام دیتی تھی۔ جسے حال ہی
اسرائیل نے گرا دیا ہے، گویا اب
پورے بیت المقدس پر اسرائیل کا
تسلط ہے۔

۶ر جون ۱۹۶۷ء کو امریکہ اور برطانیہ
کی شہ پر اسرائیل نے عرب ممالک پر
حملہ کر دیا۔ اس مختصر سی جنگ میں
عربوں کو ناقابل برداشت نقصان پہنچا
اگست ۱۹۶۹ء میں اسرائیل نے مسجد اقصیٰ
کو نذر آتش کر کے ایک شرمناک جسارت
کا ثبوت دیا۔ جس سے عالم اسلام
کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے
غرض کہ مختلف حربے استعمال میں لا کر
مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی قبیح
کوششیں کی جا رہی ہیں اب اسے
مسلمانوں کا انتشار کہئے یا شامت اعمال

آج یہ بات روزِ روشن کی طرح
عیاں ہو چکی ہے کہ طاغوتی طاقتیں
ایک بار پھر مجتمع ہو کر عالم اسلام
کی غیرت و حمیت کو للکار رہی ہیں
اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے خلاف
گمراہ کن پروپیگنڈا کر کے مسلمانوں کی
قوت اور جذبۂ ایمان کا اندازہ لگایا
جا رہا ہے۔ لیکن باطل قوتوں کو معلوم
ہونا چاہئے کہ جذبۂ مسلم اس آتش فشاں
پہاڑ سے کم نہیں جو بتدریج کھدبد کھدبد
کرتا رہتا ہے اور وقت آنے پر سخت ترین
چٹانوں کا سینہ چیر کر مخالف رکاوٹوں
کے لئے پیغام اجل ثابت ہوتا ہے۔
اگر آج مسلمان انتشار اور پستی کا شکار
ہیں تو حیرانگی کی بات نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اطلاع

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جانشین حضرت
رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ماہ رمضان المبارک میں
امسال اشرف المدارس گرونانک پورہ لائل پور میں ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمد حسین کمال ناظم مرکزی دفتر کل پاکستان
جمعیۃ علماء اسلام

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کا منشور

(قسط ۳)

صحت

(۱) ملک میں اعلیٰ پیمانہ پر حفظانِ صحت اور علاج کا وسیع ترین ادارہ تشکیل دیا جائے گا۔ جس کے منصوبہ میں دیہات کی کسان آبادیوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں اور شہر کے غریبوں کا خاص لحاظ رکھا جائے گا۔

(۲) ہر علاقہ میں مناسب طبی امداد کے مراکز، زچہ خانے اور صفائی کا باقاعدہ انتظام کیا جائے گا۔

(۳) ان مراکز میں مستند و ماہر معالج متعین کئے جائیں گے۔

(۴) علاج کی تمام سہولتیں بلا معاوضہ مہیا کی جائیں گی۔

(۵) ہر تحصیل میں ایک بڑا ہسپتال قائم کیا جائے گا۔ جس میں تشخیص و علاج کا جدید انتظام ہوگا۔ اور غریب عوام کو علاج کی خصوصی سہولتیں وہاں حاصل ہوں گی۔

(۶) ہر ضلع میں کم از کم ایک، نرسنگ میڈیکل کالج قائم کیا جائے گا۔ جس میں مڈوائفری ابتدائی طبی امداد اور نرسنگ، کی تعلیم و تربیت کا مکمل انتظام ہوگا تاکہ ان کالجوں سے تربیت یافتہ افراد اپنے قریبی علاقہ میں رہ کر عوام کی زیادہ سے زیادہ علاج و معالجہ کی خدمات انجام دے سکیں۔ مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایک ایک میڈیکل یونیورسٹی اور ہر ڈویژن میں میڈیکل کالج قائم کیے جائیں گے۔

(۷) ملک میں ہرقسم کی دوا سازی کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا جائے گا اور دواؤں کے سلسلہ میں ملک کو خودکفیل بنایا جائے گا۔

(۸) ملک میں دیسی، یونانی، ہومیوپیتھک اور آیورویدک طب کو فروغ دیا جائے گا ان طریق ہائے علاج کے ماہرین کو بھی ایلوپیتھک معالجین کے برابر حقوق دیئے جائیں گے۔

اور ان طریقہ ہائے علاج کے کالج و شفا خانے اور دوا ساز ادارے جابجا قائم کیے جائیں گے۔

رہائش

(۱) ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اُسے رہائش کے لیے حسب ضرورت جگہ اور مکان میسر ہو۔

(۲) اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ہر ضرورت مند کو رہائش کے لیے جگہ اور مکان مہیا کرے۔

(۳) چنانچہ ایسا انتظام کیا جائے گا کہ پاکستان کا کوئی شہری بھی رہائش سے محروم نہ رہے اور یہ انتظام اس کی استطاعت کے اندر تکمیل پاجائے۔

معاش

(۱) پاکستان کے ہر شہری کو حصولِ معاش کے باعزت مواقع مہیا کیے جائیں گے۔

۲۔ دیہات میں کاشت کا کام کرنے والے بے زمین افراد کو ایک کنبہ (فیملی) کی باسہولت گذر اوقات کے لئے حسب گذارہ زرعی زمین کا قطعہ مفت دیا جائے گا۔

۳۔ ضرورت کی صورت میں بلاسود تقاوی بھی مہیا کی جائے گی۔

۴۔ اتنا قطعۂ زمین ہرقسم کے مالیہ سے مستثنیٰ ہو گا۔

۵۔ دیہات میں جگہ جگہ مقامی چھوٹی چھوٹی صنعتیں (لوکل سمال انڈسٹری) قائم کی جائیں گی۔ جیسے پھلوں، سبزیوں، مچھلیوں وغیرہ کو ڈبوں میں بند کرنے کی صنعت، چھوٹے چھوٹے زرعی آلات ہل وغیرہ بنانے کی صنعت، ڈیری فارم، پولٹری فارم وغیرہ تاکہ دیہات کی عام آبادی کو روزگار مہیا ہو سکے اور وہ دیہات کو چھوڑ کر شہروں میں منتقل ہونے پر مجبور نہ ہوں۔

۶۔ دیہات میں بلا سود امداد باہمی کے اصول پر اجناس و ضروریات کی فروخت و خرید کے "اسٹور" کھولے جائینگے۔

۷۔ شہروں میں صنعتوں اور کارخانوں کا وسیع جال پھیلایا جائے گا جن میں زیادہ سے زیادہ افراد کو روزگار مہیا ہو سکے۔

۸۔ غرضیکہ دیہات اور شہروں سے بے روزگاری کا کلیتہً خاتمہ کر دیا جائے گا۔

۹۔ ان سب کے باوجود اگر کوئی شخص بے روزگار رہ جاتے گا تو اس کا گذارہ الاؤنس مقرر کر دیا جائیگا۔

۱۰۔ معذور ہو جانے والے افراد، کسی وجہ سے روزگار کے قابل نہ رہنے والے افراد، سرپرست کے فوت ہو جانے سے یتیم، بیوہ اور بے سہارا رہ جانے والے افراد کے گذارہ کا فوراً معقول انتظام کیا جائے گا۔

مالیات واقتصادیات

۱۔ قرآنی ہدایت لئلا یکون دولتہ بین الاغنیاء منکم کے مطابق ملکی دولت کو چند خاندانوں اور مخصوص طبقہ میں سمٹ آنے کے تمام ذرائع کو بند کر دیا جائے گا۔

۲۔ سودی کاروبار، سٹہ بازی، بینکاری اور انشورنس وغیرہ جیسے کاروبار جن کے ذریعہ عوام کا اقتصادی استحصال کیا جاتا ہے اور ملکی دولت، ایک خاص طبقہ کے اندر سمیٹی جاتی رہی ہے، ان کی بیخ کنی کر کے یا ان کی شرعی احکام کے مطابق اصلاح کر کے ملکی دولت کو ملک بھر کے عوام میں دائر و سائر رکھنے کے وسائل بروئے کار لائے جائیں گے۔

۳۔ سودی کاروبار اور سودی لین دین کی ہر شکل کو ہرشعبہ سے

بالکل خارج کر دیا جائے گا اور آئندہ کے لئے سودی کاروبار ممنوع اور سخت تعزیر کا موجب قرار دیا جائے گا۔

(۴) پاکستان بننے کے بعد بینکوں وغیرہ نے جن لوگوں سے سود لیا ہے خواہ اس کی تعداد اربوں تک ہی پہنچ گئی ہو واپس لے کر اگر اس کے جائز وارثوں کا پتہ چل سکا تو انہیں واپس کر دیا جائے گا۔ ورنہ مساکین اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۵) تمام سرکاری و غیر سرکاری بنکوں اور اداروں کو مضاربت یا شرکت کے اصول پر مشترک سرمایہ سے چلنے والی عوامی صنعتی اور تجارتی کمپنیوں کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

(۶) جن لوگوں نے ناجائز اور حرام طریقوں سے مثلاً سود، سٹہ، قمار، رشوت، چور بازاری، سمگلنگ، ناجائز اور غیر قانونی اشیاء کی درآمد و برآمد یا ناجائز زرمبادلہ کے ذریعے دولت حاصل اور جمع کی ہے ان کی ایسی تمام دولت واپس لے کر

اوّل کوشش کی جائے گی کہ جن لوگوں سے انہوں نے یہ دولت حاصل کی تھی انہیں واپس کر دی جائے۔

ورنہ ملک کے محتاج اور مفلس طبقوں میں حسب ضرورت تقسیم کر دی جائے گی۔

جیسا کہ اس قسم کا محاسبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دورِ خلافت میں عام طور سے کیا جاتا رہا ہے۔

(۷) ملک کے قدرتی وسائل معیشت معدنیات، گیسیں، پانی وغیرہ کسی ایک فرد، خاندان یا ادارہ کی ملکیت و اجارہ داری میں نہیں رہنے دئے جائیں گے۔

اس پر تصرّف کا حق پاکستان کے تمام عوام کو یکساں طور پر حاصل ہوگا۔ جسے بروئے کار لانے کے طریقے پاکستانی عوام کے منتخب کردہ نمائندے شریعت اسلامیہ کے مطابق متعین کریں گے۔

(۸) حکومت کے اخراجات میں اندرون ملک اور بیرون ملک زیادہ سے زیادہ تخفیف کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سرکاری تقریبات کے اخراجات، سفارت خانوں کے اخراجات، صدر مملکت کے اخراجات، حکام بالا کے اخراجات، ممبران شوریٰ کے اخراجات سرکاری، نیم سرکاری اور خود مختار اداروں کے اخراجات اور تمام محکمہ جات کے اخراجات کی چھان بین کے لئے ایک اعلیٰ کمیشن مقرر کیا جائے گا۔ جو نمائشی غیر ضروری اور فاضل اخراجات کا تعین کرے گا۔

اس کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں تمام فاضل، غیر ضروری اور نمائشی اخراجات ختم کر دئے جائیں گے اور صرف ضروری اخراجات قائم و باقی رکھے جائیں گے۔ (باقی آئندہ)

بچوں کا صفحہ

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عبد الہادی عصر لاہور

محبت کا بذاتِ خود کوئی وجود نہیں یہ عاشق اور محبوب کے درمیانی تعلق کو کہا جاتا ہے۔ محبت عقل کی غلام نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ عقل سے بالاتر چیز ہے۔ کامیاب عاشق وہی قرار دیا جا سکتا ہے جو محبت کی راہ میں حائل ہونے والی تمام مشکلات کا باآسانی مقابلہ کر کے اپنی محبت کو سچا کر دکھائے اور جو شخص ان رُکاوٹوں ہی میں ناکام رہ جائے۔ اُسے کامیاب نہیں کہا جا سکتا۔ محبت میں کامیابی کے لازوال نمونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں دیکھئے۔ انہوں نے محبت کی راہ میں اپنا تن، من، دھن غرض سب کچھ قربان کر دیا اور لافانی محبت کی وہ یادگاریں قائم کیں جو رہتی دنیا تک نشانِ راہ رہیں گی۔ محبّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کے لئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔ جو صاف ظاہر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو کس قدر محبت تھی۔

جنگِ یمامہؓ میں (غالباً حضرت زید بن حضرت ثابتؓ) کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زیدؓ بن حارث کی سرکردگی میں ایک فوج تیار کر چکے تھے۔ یہ فوج ابھی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا آپؐ کے وصال کے بعد ہر طرف فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ ان کو فرو کرنے کے لئے اس فوج کی سخت ضرورت تھی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فوج کے روانہ ہونے کا اعلان فرما دیا۔ صحابہ کرامؓ کو علم ہوا تو چند جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور غالباً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپؓ اس فوج کو مہم پر نہ بھیجیں جبکہ مدینے میں اس فوج کی سخت ضرورت ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔ جس فوج کو حضرت رسول کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم خود روانہ کر چکے ہوں۔ ابوبکرؓ کو کیا حق حاصل ہے کہ اُس کو جانے سے روکے۔ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ سالارِ فوج کو بدل دو اور مدینے کے کسی بڑے آدمی کو مقرر کرو۔ آپؓ سخت برہم ہوئے اور فرمایا۔ جس صحابیؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود سالارِ فوج مقرر کر گئے ہوں ہمیں اُسے ہٹانے کا حق حاصل نہیں۔

چنانچہ یہ فوج حضرت زیدؓ بن حارثؓ ہی کی سرکردگی میں روانہ کی گئی۔

حضرت عمر فاروقؓ ایک دن مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اچانک آپؓ نے باہر دو اشخاص کو اونچی آواز میں گفتگو کرتے سنا۔ آپؓ فوراً اس طرف آئے ہاتھ میں دُرّا تھا۔ آپؓ ان کو مارنے ہی لگے تھے کہ ایک دم رُک گئے اور پوچھا کہ "کہاں سے آئے ہو؟" انہوں نے جواب دیا کہ "ہم دور دراز علاقے سے آئے ہیں۔" آپؓ نے فرمایا "اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو مَیں آج تمہیں دُرّے سے مارتا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ قریب ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ آرام فرما ہیں اور تم شور مچا رہے ہو۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی ٹوپی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک رکھے ہوئے تھے۔ اور ہر جنگ میں وہ ٹوپی پہنے رکھتے تھے اور کبھی بھی شکست نہ کھائی۔

یہ غلط کہ کام آئے تیری عقلِ مصلحت بیں
کہ حنین و بدر و خندق ہیں جنوں کی جلوہ گاہیں

سرفروش

طالب حسین طالب

مجھے جان سے بھی ہے پیارا وطن
مَیں مالی ہوں اس کا یہ میرا چمن
لُٹا دُوں گا اس کیلئے جان و تن
مَیں اسلام کا ایک ہوں سرفروش

جہاں جانتا ہے بہادر ہوں مَیں
مجاہد ہوں جرأت کا پیکر ہوں مَیں
شجاعت میں دنیا سے برتر ہوں مَیں
مَیں اسلام کا ایک ہوں سرفروش

چلوں گا سدا اپنے ایمان پر
کبھی حرف آیا جو قرآن پر
تو ہنس ہنس کے کھیلوں گا مَیں جان پر
مَیں اسلام کا ایک ہوں سرفروش

لُٹا دوں گا جان اپنی اسلام پر
جیئوں اور مروں گا اسی نام پر
گراؤں گا باطل کو ہر گام پر
مَیں اسلام کا ایک ہوں سرفروش

مجھے ملک و ملّت سے طالبؔ ہے پیار
وطن کے چمن سے نکالوں گا خار
کبھی کفر سے مَیں نہ مانوں گا ہار
مَیں اسلام کا ایک ہوں سرفروش

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ڈیکلیریشن نمبر ۶۷۵۸۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم

(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴۸۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۷۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۱۱۲-۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام
عبید اللہ انور پرنٹر چھپا۔ اور دفتر
خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا